پھر کوئی زخم گُلاب کر

نبیلہ ابر راجہ

کمرے کا دروازہ لاک نہیں تھا مگر اس کے باوجود ان میں سے کسی میں بھی اتنی ہمت نہیں تھی کہ اندر جا کر دیکھتی، وہ چاروں دیوار کے ساتھ لگی کھڑی تھیں جبکہ شیراز اور احد ہنگامہ شروع ہوتے ہی گھر سے نکل گئے تھے، فری کل ہی میکے آئی تھی، حریم کی آنکھوں میں جیسے خون اترا ہوا تھا اور کان اندر سے آنے والی آوازوں کی طرف لگے ہوئے تھے، اچانک دھڑ سے دروازہ کھلا اور انور صاحب برآمد ہوئے، ان کا چہرا غصے کی شدت سے لال بھبھوکا ہو رہا تھا، وہ ادھر اُدھر دیکھے بغیر سیڑھیاں چڑھ کر اوپر چلے گئے تب کچھ دیر انتظار اور اطمینان کر لینے کے بعد کہ اب انور صاحب نیچے نہیں آئیں گے فری اور صبا ماں کی طرف بڑھیں جو فرش پہ بیٹھی رو رہی تھیں چہرے پہ نیل اور خراشوں کے نشان ان کے مجازی خدا کے تازہ کارنامے کے گواہ تھے۔

وہ مجرم نہ ہوتے ہوئے بھی ایک دوسرے سے نگاہیں چرا رہی تھیں جیسے سارا قصور انہی کا ہو، فری اور صبا کے اندر جانے کے بعد بھی حریم اسی طرح باہر ہی کھڑی رہی، منزہ تو صبا اور فری کے اندر جاتے ہی یہاں سے ہٹ گئی تھی، اب وہ بے تاثر انداز میں بستر پہ لیٹی ہوئی تھی، آدھے گھنٹے پہلے جب انور آمنہ کو تقریباً گھسیٹتے ہوئے اندر لے کر گئے تھے تو منزہ باہر ہی کھڑی تھی، صبا اور فری رو رہی تھیں حریم کے چہرے پر پتھریلے تاثرات تھے اور منزہ بالکل بے حس تھی، فری ماں کو اپنے کمرے میں لے آئی، وہ ابھی بھی سسک رہی تھیں ان کی ایک ٹانگ میں بھی چوٹ لگی تھی درد اور سوجن تھی، صبا نے زخموں والی دوا ان کی ٹانگ پہ لگائی ساتھ ہی پٹی بھی کر دی، صبا دودھ میں ہلدی ڈال کر لے آئی اور زبردستی آمنہ کو دودھ پلایا، شیراز اور احد کافی دیر بعد گھر واپس آئے روز روز کے ان جھگڑوں سے پورے گھر کا ماحول بہت عجیب اور تناؤ کا شکار تھا۔

مکمل ناول



پھر کوئی زخم گلاب کر

نبیلہ ابرار راجہ



انور صاحب ذرا ذرا سی بات پہ اعتراض کرتے تھے، عورت ذات کو وہ دبا کر رکھنے کے قائل تھے اپنے علاوہ انہیں گھر کے سب افراد میں بری عادتیں نظر آتیں، سب کے سامنے بیوی بچوں کو ذلیل کر دینا ان کا وطیرہ تھا۔

ان چاروں بہنوں نے جوانی کی سرحدوں پہ قدم رکھنے سے بھی پہلے یہ تخی محسوس کر لی تھی، ہر بات میں بے جا روک ٹوک مخالفت اور اعتراض، پھر وہ شکی بھی تھے، آمنہ کی شادی کے بعد انہوں نے بہت سی باتوں اور کاموں سے روک دیا تھا، اسے زیادہ میکے آنے جانے کی اجازت نہیں تھی نہ ہی وہ اکیلے آ جا سکتی تھی، شادی کے دوسرے دن ہی انور صاحب نے کہہ دیا تھا کہ تمہارے سر کا بال بھی کسی مرد کو نظر نہیں آنا چاہیے، حالانکہ وہ بڑی سی چادر میں اپنا جسم ڈھانپ کر رکھتی مگر ان کی نظر میں یہ ستر پوشی کے لئے کافی نہیں تھا سو وہ خود اس کے لئے موٹے کپڑے کا برقعہ سلوا کر لے آئے ساتھ دستانے اور جرابیں بھی تھیں، سردی گرمی میں آمنہ کو برقعے کے ساتھ دستانے اور جرابیں بھی پہننی پڑتیں۔

شادی کے پہلے برس منزہ پیدا ہوئی اس کے بعد فری پھر صبا آ گئی اسی حساب سے انور صاحب کی تختی اور درشتی میں بھی اضافہ ہوتا گیا، احد اور شیراز کی پیدائش کے بعد بھی حالات جوں کے توں رہے ہاں اتنا ضرور ہوا کہ انور صاحب دونوں صاحبزادوں سے لاڈ کر لیتے انہیں باہر ہر جگہ ساتھ لے جاتے، منزہ، صبا اور فری کی یہ رعایت حاصل نہیں تھی وہ ان کے گھر آنے کے بعد کہیں سہمی رہتی آواز تو گویا جیسے گلے میں ہی گھٹ جاتی، سب سے آخر میں حریم پیدا ہوئی۔

منزہ اور فری ماں کے بہت زیادہ قریب تھی پہلے ان کا خیال تھا کہ ابو زیادہ مسائل کی وجہ سے جھگڑا کرتے ہیں کیونکہ گھر میں تنگی بندھی تنخواہ آتی تھی اور اسی میں سب پورا کرنا پڑتا تھا، منزہ قریب قریب بارہ سال کی تھی جب دادا ابو فوت ہوئے ان کی اچھی خاصی جائیداد تھی جو تین بھائیوں میں برابر تقسیم ہوئی کیونکہ بہن تو کوئی تھی نہیں، پیسہ ہاتھ میں آتے ہی انور صاحب نے اپنا کاروبار شروع کر دیا، اوپر والے نے چند سال میں ہی وہ برکت دی کہ دیکھنے والے حیران رہ گئے۔

شہر کے پرسکون اور خوبصورت علاقے میں انہوں نے ایک خوبصورت گھر تعمیر کروایا، اب ہر سہولت کی فراوانی تھی مگر وہ ویسے ہی تھے، مزاج میں وہی تختی برقرار تھی اب بھی ذرا ذرا سی بات پہ وہ آمنہ کو جوان اولاد کے سامنے دھنک کر رکھ دیتے اور کسی میں ہمت نہ پڑتی کچھ کہتا، بس خاموش تماشائی بنے دیکھتے رہتے آمنہ پہ اپنے میکے والوں سے ملنے اور آزادانہ آنے جانے کی پابندی اب بھی برقرار تھی، انور صاحب کا اپنے بہن بھائیوں اور رشتہ داروں کی طرف ایسا رویہ نہیں تھا، وہ سب یہاں آتے ملتے بیٹھتے ہنستے مسکراتے دعوتیں اڑائی جاتی۔

شروع کے چند سال آمنہ کے دونوں بھائی بہنوئی کے اہانت آمیز پر تکبر رویئے کے باوجود بہن کی خبر گیری کو آتے جاتے رہے پھر ماں باپ کی یکے بعد دیگرے وفات کے بعد انہوں نے بھی آنا جانا چھوڑ دیا، اب کسی خوشی یا غمی کے موقعے پہ ہی وہ بہن اور اس کے بچوں سے ملتے، یہ موقعہ بھی کبھی کبھار ہی آتا تھا۔

گھر سے باہر انور صاحب ہنس مکھ خوش باش زندہ دل شخصیت کے طور پہ پہچانے جاتے تھے مگر گھر میں داخل ہوتے ہی جانے انہیں کیا ہو جاتا تھا، شاید ہی ان چاروں بہنوں سے انہوں نے کبھی نرمی سے بات کی ہو، آمنہ کو اولاد کے بارے میں فیصلہ کرنے کا کوئی اختیار نہیں تھا، یہی وجہ تھی جب سترہ سال کی عمر میں منزہ کی شادی

طے ہوئی تو آمنہ نے انور صاحب سے کہا کہ ابھی منزہ بہت چھوٹی ہے کم سے کم ایف اے تو کر لے پھر شادی کر دیں گے کون سا عمر نکلی جا رہی ہے مگر وہ نہ مانے اور کم عمری میں ہی بیاہ کر سسرال چلی گئی، منزہ کا شوہر جواد انور صاحب کے دوست کا بیٹا تھا جو ان کے بزنس پارٹنر بھی تھے، دولت کی ریل پیل تھی پھر اس شادی سے انور صاحب کو مالی فائدہ بھی متوقع تھا سو اس لالچ میں انہوں نے کم سن بیٹی بیاہ دی تھی۔

شادی کے بعد بہت جلدی منزہ کے سسرال کی حقیقت کھل گئی، جواد کلی کلی منڈلانے والا بھونرا تھا، ڈال ڈال کر تجربہ کار، اس کے ساتھ نہ جانے کیا نفسیاتی مسئلہ تھا کہ وہ آئے روز منزہ کو مارتا، صرف چھ ماہ بعد سسرال والوں نے طلاق دے کر روانہ کر دیا کہ بہو تو مریض ہے اسے دورے پڑتے ہیں ہمیں حقیقت بتائی ہی نہیں، جس پہ انور صاحب نے ایک لفظ بھی نہیں کہا، اب منزہ صرف اٹھائیس سال کی تھی مگر صحت اور حلیئے سے چالیس سال کی نظر آتی۔

انور صاحب نے ایک بار بھی کسی ڈاکٹر سے رجوع نہیں کیا، حالانکہ رشتہ داروں نے کہا بھی کہ منزہ کو کسی اچھے سائیکاٹرسٹ کو دکھاؤ پر ایسے کسی مشورے پہ انہوں نے کان نہیں دھرا، منزہ کو اندر ہی اندر روگ لگ گیا، اس کے دوروں کی شدت بڑھتی گئی جب اسے دورہ پڑتا تو وہ کسی کے قابو میں نہ آتی، جانے کہاں سے اتنی طاقت اس کے کمزور وجود میں آ جاتی کہ انور صاحب بھی سامنے آنے سے گریز کرتے، دورے کی حالت میں کوئی اس کے قریب نہ جاتا زور زور سے چیخیں مارتی جو چیز بھی ملتی اسے خود کو مارتی سر دیوار سے ٹکراتی اسے نارمل آنے میں بہت دیر لگتی۔

منزہ کی جب شادی ہوئی تو اسے پہلے ہی آمنہ کے بڑے بھائی نے اپنے بیٹے فراز کے لئے منزہ کا رشتہ مانگا تھا، جس پہ انور صاحب نے بہت شور مچایا آمنہ کو مارا انہیں سو فیصد یقین تھا کہ منزہ کا اپنے ماموں زاد سے کوئی خط کتابت کا تعلق ہے جس کی وجہ سے انہوں نے رشتہ مانگا ہے اس شک کی وجہ سے منزہ کی بے گناہ ذات بھی زیر عتاب آئی، انور صاحب چھپ چھپ کے اس کے کمرے کی نگرانی کرتے کئی بار انہوں نے اس کی الماری اور چیزوں کی تلاشی لی، وہ دبے پاؤں گھر میں داخل ہوتے کسی کو بھی خبر نہ ہونے دیتے اور چھپ کر بیٹی کی باتیں سنتے اس کی حرکات و سکنات کا بغور جائزہ لیتے۔

پھر چار ماہ کے اندر ہی اندر انہوں نے منزہ کو بیاہ دیا، یہ حادثہ بھی اس کی قسمت میں لکھا تھا کہ وہ طلاق کا داغ سجا کر دوبارہ باپ کی دہلیز پہ آ گئی، اس کے ماموں کی محبت نے دوبارہ جوش مارا اور اپنے جذبات اور دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر انہوں نے پھر رشتہ طلب کیا، اس بار وہ اس حقیقت سے لاعلم تھے کہ منزہ کو دورے پڑنا شروع ہو چکے ہیں، اس بار انور صاحب کو سو فیصد یقین ہو گیا کہ منزہ کا واقعی اپنے ماموں زاد سے کوئی چکر ہے جس کی وجہ سے اس نے جان کر اپنے شوہر سے طلاق لی ہے اور اب ڈرامے کر رہی ہے، چاروں بیٹیوں کے بارے میں ان کی سوچ منفی تھی منزہ کی روح پہلے ہی گھائل تھی، انور صاحب نے کمرہ بند کر کے اس کا جرم منوایا اور پھر قبولوانے کی کوشش بھی کی اور اس کوشش میں ناکامی کے بعد اسے جی بھر کر مارا، اس واقعے کے بعد ہی منزہ کی حالت بہت زیادہ خراب ہوئی، مزے کی بات یہ کہ اس بات پہ انور صاحب کو کوئی ملال نہیں تھا انہوں نے اپنے تئیں بیٹی کو اس قابل چھوڑا ہی نہیں تھا وہ اب کوئی چکر چلا سکتی۔

منزہ شروع سے ہی مرنج مرنجان قسم کی لڑکی تھی، سب سے پہلی اولاد وہی تھی اور سب سے پہلے باپ کے عتاب کا شکار بھی وہی ہوئی، اس کے بعد فری کا نمبر تھا جس کی حال میں ہی شادی

ہوئی تھی۔ فری اپنے سے کمتر لوگوں میں بیاہی گئی تھی، منزہ کے برعکس کم جہیز دیا گیا ہر چیز کی کوالٹی بھی اوسط درجے کی تھی زیور بھی ہلکا اور کپڑے بھی نارمل تھے، منزہ کو ٹھیک ٹھاک جہیز ملا تھا اگر اس کی سسرال ہم پلہ نہ ہوتی تو انور صاحب واجبی سا جہیز دیتے اول تو وہ لوگ ہم پلہ تھے، دوئم ادھر سے اپنے کاروبار کے لئے انہیں فائدے کی امید تھی تب انہوں نے دل پہ پتھر رکھ کر منزہ کو اعلیٰ سے اعلیٰ چیزیں دیں تاکہ بزنس پارٹنر پہ دھاک بیٹھ جائے، ورنہ دل میں وہ بیٹی ذات کو جہیز دینا اپنا نقصان سمجھتے تھے۔

اس لئے فری کو جیسا تیسا رخصت کر کے فرض ادا کیا گیا تھا جو ناگواری بھی تھا، یہ تو شروع سے ہی تھا جب بھی بیوی یا بیٹیوں کے لئے کوئی ضرورت کی چیز بھی خریدنی ہوتی تو وہ بجھے بجھے دل کے ساتھ خریدتے اور یہ جتانا بھی نہ بھولتے کہ ان پہ وہ احسان کر رہے ہیں ورنہ وہ اس کی مستحق نہیں ہیں اور تو اور ان ماں بیٹیوں کا کھانا پینا بھی انہیں چبھتا تھا، اب تو دولت اور سہولیات کی فراوانی تھی مگر اس کے باوجود گھر میں موجود ان پانچ نفوس کے لئے ان کے دل میں وہی تنگی اور کنجوسی تھی، اب بھی ذاتی خرچ کے لئے وہ منہ کو آتی ہی رقم دیتے جس سے وہ اپنی اور بیٹیوں کے لئے بس نارمل سی خریداری کر پاتیں، ورنہ ان کی حسرت ہی رہی کہ خاندان کی باقی عورتوں کی طرح وہ بھی مہنگا کپڑا خرید کر کسی اچھے ٹیلر سے سلوائیں۔

اس کے برعکس انور صاحب کا ہاتھ اپنے اور دونوں بیٹوں کے لئے کشادہ تھا انہیں منہ مانگا جیب خرچ ملتا وہ جو بھی خریدتے انور صاحب خوش ہوتے، اپنے کاروباری حلقے میں ان کی خوش لباسی کی مثالیں دی جاتی تھیں، جوان بچوں کا باپ ہونے کے باوجود عمر نے کوئی خاص اثر نہیں ڈالا تھا، بس کنپٹی سے کچھ بال سفید ہونے لگے تھے اور وزن تھوڑا زیادہ ہو گیا تھا لیکن وہ دونوں ہی مضبوط اور خوبصورت تھے۔

لیکن انور صاحب کی سختیوں اور تلخ حالات کی بدولت آمنہ اپنی اصل عمر سے زیادہ کی نظر آتی، یہ چیز بھی انور صاحب کی نظر میں اس کا جرم بن گئی تھی، آئے گئے کی موجودگی میں بھی وہ کوئی لحاظ روا رکھنے کے قائل نہیں تھے، سب کے سامنے ٹوک دیتے، کسی میں ہمت نہیں تھی جو انہیں غلطی کا احساس دلاتا۔

فری کی رخصتی سے پہلے اس کے ساس سسر اور ہونے والے شوہر یاسر کی تین چار بار انور صاحب نے دعوت کی اور ہر بار ہی ان کو کچھ ایسا تاثر دیا کہ بیٹی اور بہو ذات کو زیادہ سر چڑھا کر نہیں رکھنا چاہیے، گویا در پردہ وہ یہ پیغام دیتے رہے تھے کہ خبردار میری بیٹی کی لگامیں کس کر رکھنا ڈھیلا مت چھوڑنا، ابھی شادی کو دو ماہ ہی گزرے تھے کہ فری کو شوہر کے گھر میں بدلی نگاہوں کا احساس ہونے لگا۔

یاسر اس کا شوہر طعنہ مارتا کہ ”تم میں آج کل والی لڑکیوں جیسی کوئی بات نہیں ہے اور نہ تم میں کچھ ایسا ہے کہ دیکھ کر دل مچل جائے۔“ وہ خون کے گھونٹ بھر کر رہ گئی، ابو کے گھر میں روک ٹوک والی زندگی گزاری تھی دوست بنانے کی اجازت اسے نہیں تھی اور جو اسکول کالج میں کچی پکی سہیلیاں تھیں وہ بھی اسی کی طرح دبے دبے ماحول کی پروردہ تھی، اب اگر شادی کے بعد یاسر اسے جدید فیشن کے کپڑے پہننے کو کہتا تو اس میں کوئی حرج بھی نہیں تھا، وہ ایک بار خود اس کے لیے کپڑے سلوا کر لایا، جدید فیشن کے مطابق چھوٹی اور اونچے چاک والی تنگ قمیض، ساتھ گھیر دار شلوار، فری نے دیکھتے ہی انکار کر دیا، اس نے جہیز کے کپڑے سیدھے سادے سلے ہوئے تھے جن کو وہ زیب تن کرتی تو یاسر کہتا مجھے ان سے وحشت ہوتی ہے، وہ شوہر کی مرضی پہ چلنے کی

سوچتی تو نگاہوں میں ابو کا پرجلال چہرہ گھومنے لگتا، جو کہتے کہ فیشن کرنے والیاں اچھے کردار کی نہیں ہوتیں، اب وہ کرتی تو کیا کرتی، حالانکہ انور صاحب کے اپنے سب بہن بھائیوں کی اولادیں فیشن کی دوڑ میں سب سے آگے تھیں اور ان کا ذکر وہ بہت پیار اور فخر سے کرتے اور ان کی مثالیں دے دے کر سمجھاتے۔

تنہائی میں وہ یاسر کے پاس ہوتی تو چھوئی موئی بن جاتی وہ چراغ پا ہو جاتا۔

”تم میں شوہر کو خوش کرنے والی کوئی خوبی نہیں ہے، ٹھنڈی برف کی سل ہو تم۔“ وہ جھڑک کر دور چلا جاتا، فری کو منانے کی ادا کہاں آتی، رونے بیٹھ جاتی، شادی شدہ دو ماہ کی زندگی کے دوران ایسے کتنے ہی واقعات ہوئے تھے جب یاسر نے اسے ناتجربہ کاری کا طعنہ دیا تھا۔

یاسر کھانے کے بعد اپنے بیڈ روم میں بند ہو گیا تھا فری کچن سمیٹنے کا کام ختم کرنے کے بعد کمرے میں آئی تو وہ ٹی وی دیکھ رہا تھا، غیر ارادی طور پہ اس کی نگاہ ٹی وی اسکرین پہ نظر آنے والے منظر پہ جا ٹکی، یاسر نے فوراً ہی دروازہ بند کرنے کا آرڈر جاری کیا۔

”میرے پاس آ کے بیٹھ جاؤ۔“ ساتھ ہی اگلا حکم آیا، وہ ڈرے ڈرے قدموں سے اس کے پاس آ کے بیٹھ گئی۔

”میں تمہارے لئے نائیٹ ڈریس لایا ہوں یہ تھیلا تمہارا لباس بدل کر آؤ۔“ وہ اس کے ڈھیلے ڈھالے کپڑوں کا مذاق اڑا رہا تھا، یاسر کو ماڈرن شوخ مزاج لڑکیاں پسند تھیں۔

شروع سے ہی اس کا ارادہ اپنی ماموں زاد سے شادی کرنے کا تھا، پر جب انور صاحب سے ایک اتفاقی ملاقات کے ذریعے رسم و راہ بڑھی تو ان کے ارادے میں کمزوری آ گئی، ساتھ ان کا رویہ بھی حوصلہ افزا تھا ادھر سے یاسر کی والدہ نے بھی اپنا مدعا زبان پہ لانے میں دیر نہیں لگائی یوں قسمت نے اسے فری کا شوہر بنا دیا اس کے خواب تو کچھ اور ہی تھے کہ امیر سسرال ملی ہے تو میرے ہاتھ پاؤں بھی مضبوط ہوں گے پر پہلے دن ہی فری کا جہیز دیکھ کر اس کے ارمانوں پہ اوس پڑ گئی۔

بلکہ اب تو فری کی ساس کو سو فیصد یقین ہو چلا تھا کہ بہو میں کوئی خرابی ہے تب ہی تو اس کے امیر کبیر باپ نے ان متوسط طبقے کے لوگوں کو چنا ہے، انور گیلانی کو ٹھیک سے ایک اچھا رشتہ مل سکتا تھا اپنی بیٹی کے لئے پھر جب جب بہو کے سسرال جانا ہوتا تو باپ کا رویہ بھی بیٹی کے ساتھ ہرگز ایک محبت کرنے والے باپ کا سا نہیں تھا، شادی کے بعد ایک بار بھی وہ بیٹی کے سر پہ ہاتھ رکھ کر یا ساتھ لگا کر نہیں ملا تھا بس دور سے ہی ہاتھ اٹھا کر سلام کا جواب دیتا گویا دور رہنے کا اشارہ کر رہا ہو، بس رخصتی پہ وہ ملنے بھر کے لئے فری کے پاس آئے اور یہ عمل بھی انہوں نے مجبوری کے تحت سر انجام دیا تھا، ساتھ خوشی بھی تھی کہ آج ایک اور ناگوار بوجھ سر سے اتر گیا ہے۔

شادی کے بعد دو بار نور بانو فری کے ساتھ اس کے میکے گئی اور دونوں بار ہی سمدھی کا رویہ کچھ ایسا قابل تعریف نہیں تھا داماد سے بھی وہ رسماً ہی ملے، ان حالات میں نور بانو اگر فری کے بارے میں کچھ الٹا سیدھا سوچتی تو کچھ ایسا برا بھی نہیں تھا۔

پنک کلر کی انتہائی گہرے گلے والی ریشمی نرم سی نائٹی کو دیکھ کر فری کو حیا سی آ گئی اس نے دیکھ کر واپس ہینگر کے ساتھ لٹکا دی۔

”نہیں میں یہ بے ہودہ کپڑے نہیں پہن سکتی۔“ باتھ روم کا دروازہ کھولنے سے پہلے ہی وہ ارادہ کر چکی تھی، آہٹ پہ یاسر کا سر گھوما۔

”تم تو ٹھنڈی برف بے حس سی لڑکی ہو میں یہ سوٹ لایا ہوں دیکھ کر کچھ سیکھ ہی لو کم از کم تمہیں

اتنا تو پتہ چل جائے کہ شوہر کو کیسے خوش رکھا جا سکتا ہے۔" اس پہ نظر پڑتے ہی وہ خاموش ہو گیا۔

"میں نے کہا تھا نائیٹ ڈریس پہننے کو، کیوں نہیں پہنا وہ۔" یاسر کے لہجے میں غصے کی جھلک نمایاں تھی اب وہ موودی کے بجائے اس کی طرف متوجہ تھا۔

"بس میں نے کبھی ایسا پہننے کا سوچا بھی نہیں۔" وہ بے چارگی سے بولی یاسر کو اور بھی بری لگی، نہ جانے اس کے دماغ میں کیوں آگ سے بھرنے لگی تھی اس کا ہاتھ وحشیانہ انداز میں گھوما اور فری کے گال پہ چٹاخ سے تھپڑ پڑا پھر وہ رکا نہیں مارتا چلا گیا، فری نے اپنے بچاؤ کے لئے ہاتھ پاؤں تو چلائے مگر منہ سے آواز نہیں نکالی کیونکہ اس نے اپنی ماں کی بھی آواز نہیں سنی تھی جب بھی امی ابو کے ہاتھوں پٹتی خاموشی سے سہہ جاتی، سسکی، آنسو وہ اندر اتار جاتی، وہ خاموشی سے مار کھا رہی تھی، یاسر کو اس پہ کوئی شرمندگی نہیں تھی۔

انور گیلانی آفس سے آج قدرے جلدی آ گئے تھے، ٹی وی لاؤنج کی طرف سے آتی آوازیں بتا رہی تھیں کہ کوئی مہمان آیا ہے سو وہ ادھر ہی چلے آئے، اندر فری آئی بیٹھی تھی اور گپ شپ ہو رہی تھی، اندر کا منظر دیکھتے ہی ان کے لب باہم پیوست ہو گئے، فری نے خود ہی اٹھ کر سلام کیا۔

"السلام علیکم! ابو آپ کیسے ہیں؟" وہ حال احوال دریافت کرتے ہوئے شرمندہ سی نظر آنے لگی تھی، جواباً بادل نخواستہ انہوں نے سر کے اشارے سے جواب دیتے ہوئے گویا اس پہ احسان عظیم کیا۔

"تمہارا دل اپنے گھر میں نہیں لگتا کیا؟" وہ عجیب سرد لہجے میں سرد نظروں سمیت اسے دیکھتے ہوئے پوچھ رہے تھے، حالانکہ فری پورے ایک ماہ اور تین دن کے بعد آئی تھی، اس کی بے چارگی پہ باقی بہنیں اسے تاسف سے دیکھ رہی تھیں، خود فری کو بھی احساس تھا کہ اس کی آمد پہ ابو خوش نہیں ہوتے، بس امی اور بہنوں کی خاطر وہ چلی آتی کیونکہ ابو کا رویہ ہمیشہ اس کی آمد پہ سرد اور روکھا پھیکا ہی ہوتا، ابھی بھی وہ اس کے احساسات سے بے خبر پلٹ کر جا چکے تھے۔

صبا اور حریم نے اس کی آمد پہ خاصا اہتمام کر رکھا تھا مگر اس کی بھوک مر چکی تھی، حریم عشاء کی نماز پڑھ کر فارغ ہوئی تو فری سامنے نظر نہیں آ رہی تھی، اوائل نومبر کے دن تھے خنک ہوا … تھی، وہ کمرے میں چلی آئی، فری کمبل اوڑھے … رہی تھی، جب فری میکے آتی تو چاروں بہنیں ایک ہی کمرے میں ڈیرہ جماتیں آج بھی کچھ ایسا ہی ماحول تھا مگر فری خلاف معمول بہت جلدی سو گئی تھی، حریم بھی آ کے لیٹ گئی مگر نیند آنکھوں سے کوسوں دور تھی، رات قطرہ قطرہ گزر رہی تھی گھڑی کی ٹک ٹک ماحول میں … وہ سونے کی ناکام کوشش کر رہی تھی، وہ چونک سی گئی اندھیرے میں سسکی کی آواز آئی تھی وہ اضطراری کیفیت میں اٹھ کر بیٹھ گئی اب بالکل صاف گھٹی گھٹی سسکیوں کی آواز آ رہی تھی، آواز کا مرکز وہ جان گئی تھی، یہ فری تھی، جو بہت دیر سے سونے کی کامیاب اداکاری کر رہی تھی۔

وہ اندھیرے میں ہی ٹٹول کر اس کے بیڈ تک پہنچی۔

"آپی کیا ہوا ہے؟" وہ اس کی سسکیاں سن کر بے قرار سی ہو گئی تھی، اس کے لفظ پڑتے ہی وہ جاگ گئی اور اب سزو بھی آنکھیں مل مل کر ان کی طرف دیکھ رہی تھی، اس دوران صبا نے لیمپ لائیٹ جلا دی تھی، اب پوزیشن … سمیت وہ دونوں بھی فری کے بیڈ پہ جمع تھیں، سب سے پہلے حریم کی نظر ہی فری کی گردن اور بازو پہ نظر آنے والے نیل پہ پڑی، جب سے وہ آئی دوپٹہ ماتھے تک اوڑھے بیٹھی تھی، جب سونے

ارادے سے لیٹی تھی تو تب چادر اس نے اتاری تھی جن زخموں کو وہ چھپا رہی تھی اب عیاں ہو گئے تھے، کچھ چھپانے کو باقی ہی نہیں رہا تھا، ہولے ہولے روتے بلکتے لرزتے کانپتے ہونٹوں سے وہ یاسر کی کارگزاریاں بیان کر رہی تھی۔

حریم ان سب کے سونے کے بعد بھی بیڈ سے ٹیک لگائے بیٹھی رہی، اس کے اندر غم و غصے کے طوفان اٹھ رہے تھے، فری کی کمر، بازوؤں اور ٹانگوں پہ پڑے نیل اسے بھول نہیں پا رہے تھے، بظاہر پڑھا لکھا اور مہذب نظر آنے والا یاسر اس طرح بھی کر سکتا ہے اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا، اس کے لبوں پہ تلخ سی مسکراہٹ آ کے دم توڑ گئی۔

انور صاحب بھی تو دیکھنے میں کتنے مہذب اور نرم سے لگتے تھے کوئی صرف ان کا ظاہر دیکھ کر بھلا کہہ سکتا تھا کہ اندر سے وہ اتنے مغرور اور سنگدل ہوں گے، ان ماں بیٹیوں کے لیئے تو وہ سرد مہر ہی تھے ناں، بچپن سے لے کر اب تک کتنے ہی واقعات اس کی نگاہوں میں گھوم گئے، ایسی بہت سی تلخ باتیں اسے یاد تھیں جو ہرگز اتنی خوشگوار نہیں تھی۔

صبا اور حریم دونوں نے آج فری کی خاطر کالج سے چھٹی کر لی تھی، ابھی ابھی صبا نے فری کے لئے چکن فرائی کی تھی جو اسے بہت پسند تھی، شام کے سائے ڈھل رہے تھے حریم فری کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی، انور صاحب آفس سے گھر آئے تو تھکن کے باوجود وہ ابھی تک لان میں پڑی کین کی چیئرز پہ بیٹھی تھی، انور صاحب دونوں کو یکسر نظر انداز کرتے ہوئے اندر بڑھ گئے حالانکہ دونوں نے قدرے بلند آواز میں انہیں سلام کیا تھا جس کا جواب دینا بھی انہوں نے گوارا نہیں کیا تھا، تب ہی فری کی پلکوں پہ ننھے ننھے ستارے چمکنے لگے، جنہیں چھپانے کے لئے اس نے رخ موڑ لیا، مگر حریم اچھی طرح جان گئی تھی کہ اس کے رخ موڑنے کا سبب کیا ہے کیونکہ اس کی حالت بھی تو فری سے مختلف نہیں تھی، فرق بس اتنا تھا کہ اس کے آنسو اندر ہی اندر گرتے تھے، اس کے اندر لاتعداد کانٹوں کا جنگل اگ آیا تھا جس کی نوک نوک زہریلی تھی۔

اس رات حریم کی گود میں سر رکھ کر روتے ہوئے فری نے کتنی معصوم سی خواہشات بیان کی تھی۔

"میرا بہت دل کرتا ہے کہ ابو مجھے سینے سے لگائیں میں بھاگتی ہوئی کسی بچی کی طرح ان سے لپٹ جاؤں ضد کروں جیسے بچے کرتے ہیں، مجھے لگتا ہے کہ بچپن کا کوئی لمحہ مجھ میں ٹھہر گیا ہے وہ چھوٹی چھوٹی سی خواہشات مجھ میں جم کر رہ گئی ہیں جیسے جادو کے زور سے کوئی پتھر بنا گیا ہو، پتہ ہے اس بار گل آپی کی آمد پہ سب کتنا خوش ہوئے۔"

اس نے اپنی نند کا نام لیا جس کی شادی یاسر کے ساتھ ہی ہوئی تھی، بس ایک دن کے فرق سے گل کی رخصتی اور یاسر کی بارات گئی تھی، اس بار وہ دو ہفتے بعد میکے آئی تو اس کے ساس سسر اور یاسر کی خوشی دیکھنے والی تھی، اس کے سسر نے اپنی بچی کو سینے سے لپٹا لیا تھا، وہ بھی کیسے بچی کی طرح لاڈ اٹھوا رہی تھی، اس دن ایک ایک چیز گل کی پسند سے بنی تھی، وہ چائے کے برتن اٹھانے گئی تو ایک منظر نے قدم وہیں روک دیے، گل صوفے پہ بیٹھی تھی اس کی ایک طرف ماں اور دوسری طرف باپ تھا درمیان میں وہ مہمان خصوصی کی طرح تھی، اس کا سر باپ کے کندھے پہ ٹکا ہوا تھا، بیٹی کی طرف دیکھتے ہوئے دنیا جہان کی محبت ان کی نگاہوں میں سمٹ آئی تھی، وہ ترسی پیاسی نظروں سے اس منظر سے گویا قطرہ قطرہ جذب کر رہی تھی جب اس کی ساس کی نظر فری پہ پڑی جانے ان کی نگاہوں میں کیا تھا کہ ان کے لہجے میں غصہ شامل ہو گیا۔

"کیا نگاہوں سے ہی کھانے کا ارادہ ہے، عجیب سا انداز ہے تمہارا مجھے تو ڈر لگ رہا ہے، کسی عجیب سی کھانے والی نگاہ ہے تمہاری، اسے بچائے۔" انہوں نے اسے بری طرح تاڑ دیا تو قل بھی سیدھی ہو کر دیکھنے لگی، وہ برتن لے کر واپس آ گئی، اس نے کوئی بھی وضاحت اور صفائی نہیں دی تھی اتنی ہمت تو اس میں تھی ہی نہیں، وہ انہیں بتا ہی نہیں سکی کہ "مجھے یہ منظر دنیا کا خوبصورت ترین منظر لگا ہے، میرا نظر لگانے کا ارادہ نہیں ہے بلکہ کچھ دیر کے لئے تو میں کل آپی کی جگہ خود کو دیکھ رہی تھی۔" پر اس کے خاموش لبوں کی پکار کون سنتا تب ہی تو یاسر کو بھی اس کی ساس نے یہ قصہ نمک مرچ لگا کر سنایا تھا۔

وہ حریم اور صبا کو اندر کے سب زخم دکھا رہے تھے۔

"کیا ابو بھی مجھے سینے سے لگائیں گے؟" کیسا معصومانہ سا سوال تھا، حریم اسے نظر چرا گئی۔

"سچ ہے میرا دل چاہتا ہے کہ ابو کے سینے سے لگ کر بہت سارا روؤں اتنا کہ ان کو بھی رلا دوں، میری زندگی میں بے پناہ خوشی کا بس ایک ہی لمحہ آیا ہے جب میری رخصتی کا دن ابو نے میرے سر پہ ہاتھ رکھا تھا پتہ ہے تب میرے بہتے آنسو تھم گئے تھے اتنی خوشی ہوئی تھی مجھے کہ بس۔" وہ نئے انکشاف کر رہی تھی۔

"میرا دل چاہتا ہے ابو جب آفس سے آئیں تو میں بھاگ کر ان سے بریف کیس لے لوں ان کے لئے گرم گرم چائے بنا کر لاؤں اور ان کا سر بھی دباؤں مگر ابو کے تاثرات دیکھ کر مجھے کبھی ان کے قریب جانے کی ہمت ہی نہیں ہوئی۔" کیسی بے چارگی سی تھی اس کے لہجے میں۔

حریم کے دل کے صحرا میں آج کچھ اور نوکیلے زہریلے کانٹوں کا اضافہ ہو گیا تھا۔

انور صاحب کا غصہ بڑھتا جا رہا تھا رویہ تو گھر والوں کے ساتھ ان کا پہلے بھی کچھ ایسا نرم نہیں تھا مگر اب تو گویا آگ برساتے نظر آتے، کاروبار میں انہیں مسلسل نقصان ہو رہا تھا، جس کا اثر ان کی صحت پہ بھی پڑ رہا تھا، کاروبار میں فائدہ اور نقصان معمول کی بات ہے مگر اس جھٹکے نے انہیں مقروض بنا دیا تھا، ان حالات کو دیکھتے ہوئے ان کے دو بزنس پارٹنر الگ ہو گئے تھے، گھر آ کر وہ کمرے میں بند ہو جاتے اور سگریٹ پہ سگریٹ پھونکتے انہیں چپ سی لگتی جا رہی تھی۔

"صبا، حریم کہاں ہو جلدی باہر آؤ۔" انور صاحب آوازیں دے رہے تھے، آج تو سورج گویا مغرب سے نکلا تھا وہ اس طرح نرمی سے آوازیں دیں ناممکن سی بات تھی صبا کچن میں تھی فوراً بھاگی آئی کیونکہ آج کل ابو کا غصہ وہ ملاحظہ کر رہی تھی تب ہی تو اس نے پہلی پکار پہ ہی حکم کی تعمیل کی اسے ڈر تھا کہ ابو کا پارہ کہیں ہائی نہ ہو جائے۔

"جی ابو۔" وہ پھولتی سانسیں درست کرتی ان کے سامنے آ رکی، ان کے ساتھ کوئی اجنبی چہرا بھی تھا سو اس نے اپنے خاصے درست طریقے سے اوڑھے گئے آنچل کو خواہ مخواہ ہی درست کیا۔

"ریاض صاحب یہ ہے میری بیٹی صبا۔" آج پہلی بار صبا کو لگ رہا تھا کہ وہ واقعی انہی کی بیٹی ہے لہجے میں فخر سا تھا جیسے صبا کا باپ ہونا ان کے لئے قابل عزت ہو، نو وارد نے بڑے غور سے اس کا جائزہ لیا تھا وہ اگر اس کی طرف متوجہ ہوتی تو لازماً چونکتی۔

"بیٹا ریاض صاحب کے لئے زبردست کھانا بناؤ شاباش جلدی۔" حیرت در حیرت کا سلسلہ تھا، وہ آنے والے مہمان کے ساتھ اندر ڈرائنگ روم میں چلے گئے اور صبا آج کی سب سے حیرت انگیز خبر سنانے حریم کی طرف بھاگی۔

حریم کو یقین تو نہیں آ رہا تھا مگر صبا کی آنکھوں کی چمک اور لہجے میں رچی خوشی اس کی سچائی کا پتہ دے رہی تھی، جلدی جلدی دونوں نے مل کر کھانا بنایا۔

آج کا دن ہی بہت حیرت انگیز تھا انور صاحب نے بیوی آمنہ کو بھی چوہدری ریاض سے ملوایا حالانکہ بستی میں مردوں کے سامنے آمنہ کو آنے کی اجازت نہ تھی چوہدری ریاض کے ساتھ خاص الخاص رویہ اس کی اہمیت کو ثابت کرنے کے لئے کافی تھا، آج تو انور صاحب خوش اخلاقی کے ریکارڈ توڑنے پہ تلے ہوئے تھے، جب کھانے کے بعد چائے کا دور چلا تو انہوں نے صبا اور حریم کو دوبارہ ڈرائنگ روم میں بلوایا۔

دس پندرہ منٹ کے بعد دونوں اٹھ کر باہر آئیں تو حریم کو عجیب سا احساس ہو رہا تھا جیسے وہ کوئی جنس ہو جسے بیچنے سے قبل جانچا پرکھا جا رہا ہو، چوہدری ریاض نے ان دونوں کا بھرپور جائزہ لیا تھا، جب انور صاحب نے بڑے بھائی کا فون آنے پر اٹھ کر ڈرائنگ روم سے گئے تو تب ان کے پیچھے گویا دونوں بہنوں کا امتحان شروع ہو گیا، حریم کو اس کی نگاہیں اور انداز بار بار کسی خطرے کا احساس دلا رہا تھا۔

"او سوری انکل ہم چلتے ہیں ابو ابھی آتے ہوں گے وہ آپ کو کمپنی دیں گے۔" حریم اٹھ کھڑی ہوئی تو صبا نے بھی اس کی تقلید کی۔

"میں آپ کا انکل نہیں ہوں اور میری عمر بھی اتنی زیادہ بھی نہیں ہے کہ آپ مجھے انکل کہیں۔" انکل کہنے پہ وہ بھڑک اٹھا تو اٹھا، حالانکہ وہ کسی طرح بھی چالیس سال سے کم کا نظر نہیں آ رہا تھا، اٹھارہ سالہ حریم نے اگر اسے انکل کہا تھا تو ٹھیک کہا تھا، وہ انہیں باہر جاتے دیکھ کر اندر ہی اندر پیچ و تاب کھا کر رہ گیا۔

رات بھی ان کا موضوع گفتگو چوہدری ریاض ہی رہا، حریم کو ایک بات بار بار چبھ رہی تھی، ابو نے نہ جانے کیوں اس چوہدری ریاض سے ان کو ملوایا تھا، شروع سے ہی گھٹے ہوئے ماحول میں پلنے بڑھنے سے وہ عام لڑکیوں کے برعکس خاصی سمجھدار اور حساس تھی، اسے یقین ہو چلا تھا کہ ابو آج جس شخص کو آج اتنی اہمیت دے کر گھر لائے ہیں اور جو انکل کہے جانے پہ بری طرح بھڑک اٹھا ہے ہرگز کوئی معقول آدمی نہیں ہے، چوہدری ریاض کے موٹے موٹے نقوش بڑھی ہوئی توند اور پیشانی سے اڑے بالوں سمیت چہرے سے ٹپکتی مکاری خلوص لئے اسے ذرا بھی نہیں بھایا تھا، کچھ ایسے ہی خیالات صبا کے بھی تھے۔

"چھوڑو بھئی ڈالو چوہدری ریاض پہ خاک سوتے ہیں۔" حریم نے کمبل سر تک تان لیا تھا، کچھ ہی دیر میں وہ نیند کی وادیوں میں اتر گئی مگر صبا کی نیند تو اڑی ہوئی تھی، ابو آج کتنی نرمی سے مخاطب ہوئے مہمان سے بھی خاص طور پہ تعارف کروایا جیسے وہ ان کی سب سے لاڈلی بیٹی ہو وہ دل ہی دل میں مسکاتے ہوئے اسے پتہ ہی نہیں چلا اور آنکھیں کب بھیگ گئیں، وہ بے آواز رونے لگی مگر یہ خوشی کے آنسو تھے، آج ابو کے رویے نے اسے کسی خوشی سے روشناس کروایا تھا جس کا ذائقہ سب سے انوکھا تھا۔

فری کی شادی کو آٹھ ماہ گزر چکے تھے، یاسر کا رویہ خراب سے خراب تر ہوتا جا رہا تھا بات بات پہ طعنے دیتے اس کی ماں نے جینا دوبھر کر دیا تھا۔

"تم ابھی تک ماں نہیں بنی ہو۔"

"ادھر شادی کے پہلے دس ماہ گزرتے اور ادھر یاسر میری گود میں آ گیا مگر یہاں تو دور دور تک ایسے آثار نظر نہیں آتے۔" فری کو سب منہ سے رنج کر دو باتیں سناتیں اور پھر وہ انہوں نے یاسر کی دوسری شادی کی دھمکی بھی شروع کر دی تھی، وہ دیکھ رہی تھی کہ ہوتے ہوتے یاسر بھی چپ ہو گیا ہے اور یہ ادھر بیٹھی تو کسی کے آنے کا سوال ہی نہیں پیدا

بوتی تھی کیونکہ انور گیلانی کو کم حیثیت لوگوں سے میل جول اچھا نہیں لگتا تھا، اس حقیقت کے باوجود کہ یہاں ان کی بیٹی کا سسرال ہے وہ ایک دفعہ بھی اس کے گھر نہیں آئے باقی بیوی اور بیٹیاں کسی گنتی میں ہی نہیں تھیں۔ یاسر سسرال کی طرف سے مایوس ہونا شروع ہو گیا تھا اس کے خواب بھی ہر نوجوان کی طرح مختصر وقت میں سب کچھ حاصل کر لینے کے تھے وہ بھی ترقی کے لئے شارٹ کٹ ڈھونڈ رہا تھا، تب ہی تو فری سے شادی کی صورت میں اسے اپنے خوابوں کی تعبیر حاصل ہوتی نظر آ رہی تھی، پر کھودا پہاڑ نکلا چوہا والا حساب ہو گیا، فری کو کم قیمت جہیز اور دیگر چیزیں، اپنا مذاق آپ اڑانے کے مترادف تھی وہ کیا کیا سوچے بیٹھا تھا، اوپر سے فری کسی طرح بھی اس کا آئیڈیل نہیں تھی، اپنی لائف پارٹنر کو وہ پرجوش اور زندگی کی حرارتوں سے بھرپور دیکھنا چاہتا تھا، وہ زندگی کے ہر ہر سیکنڈ سے خوشیاں کشید کرنے کا قائل تھا، فری ڈرے سہمے اعتماد سے محروم ماحول کی پروردہ کہاں اس کی تیز رفتاری کا ساتھ دے سکتی تھی یاسر کے خوابوں کا محل چکنا چور ہونا ہی تھا اور اس کا بدلہ وہ فری کو مار کر لیتا اسے لگتا کہ اپنے گھر سے نکل کر اسی جیسے ایک اور گھر میں آ گئی ہے، فری کی خاموشی سے وہ شیر ہو گیا پھر اس نے میکے والوں سے بدسلوکی اور مار پیٹ کی شکایت بھی نہیں کی اور اس کے اس عمل نے یاسر کے دل سے رہے سہے ڈر کو بھی ختم کر دیا۔

صبا سے انور صاحب بہت مہربان ہو رہے تھے، جب بھی بات کرتے لہجے میں حلاوت سمو کر کرتے، روز کسی نہ کسی بہانے اس کے پاس بیٹھے رہتے لگتا تھا ان کی کایا پلٹ گئی ہے وہ کسی طرح بھی پہلے والے انور گیلانی نظر نہیں آتے تھے، شاید صبا بہت خوش قسمت تھی ان سب بہنوں میں، شروع میں تو اسے پہ شادی مرگ کی سی کیفیت طاری رہی جب پہلی بار ابو نے اسے پاس بٹھا کر اس کے سر پہ ہاتھ پھیرا اسے انتہائی نرمی سے گلے سے لگایا۔

ان دنوں ان کا رویہ پورے گھر والوں سے ہی بدلا ہوا تھا، آمنہ سے بھی نرمی سے بات کرتے، صبا کی بات بے بات ہنستی کھلکھلاتی اور آنکھوں میں ستارے دمکتے دیکھ کر سنجیدہ وہ حساس سی لڑکی کتنی خوش مزاج ہو گئی تھی کہ دیکھنے والی آنکھ کو بھی دھوکہ ہونے لگتا، انور صاحب گھر میں داخل ہوتے تو وہ کسی پروانے کی طرح ان کے گرد طواف کرتی ہر کام بھاگ بھاگ کر کرتی۔

اسے اپنی آنکھوں پہ یقین نہیں آ رہا تھا، اتنا کچھ ابو اس کے لئے لے کر آئے تھے، جدید فیشن کے سلے چار ریڈی میڈ سوٹ، میچنگ سینڈلز، ایک کندن کا سیٹ، بیگ اور جانے کیا کیا الا بلا، ساتھ ہی ایک بڑا سا کیک جس پہ پنک برتھ ڈے لکھا ہوا تھا۔

"میری بیٹی کی سولہویں سالگرہ ہے تو میں نے سوچا کہ آج اس کو یادگار بنا دوں۔" ابو کی آنکھوں میں بے پناہ محبت سموئے وہ اسے بتا رہے تھے، صبا کی آنکھوں میں مارے خوشی کے آنسو چھلک آئے جنہیں اس نے بڑی صفائی سے چھپا لیا، اسے لگ رہا تھا وہ کوئی خواب دیکھ رہی ہے جو آنکھیں کھلتے ہی ٹوٹ جائے گا۔

"اے اللہ اگر یہ خواب ہی ہے تو کبھی نہ ٹوٹے۔" اس نے صدق دل سے دعا کی، پھر ابو نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کیک کاٹا اور ایک ٹکڑا پہلے اسے کھلایا۔

شیراز اور احد کو گھر سے اور بہنوں سے خاص دلچسپی نہیں تھی نہ ہی وہ ان کے پاس بیٹھتے تھے بس ضرورتاً بات کرتے، اس وقت بھی ان دونوں میں سے یہاں کوئی بھی نہیں تھا بس آمنہ حریم اور وہ باپ بیٹی تھے۔

آمنہ کے ہونٹوں پہ خوبصورت سی مسکان

تھی، اسے لگ رہا تھا ان کی برسوں کی دعائیں اور ریاضتیں رنگ لے آئی ہیں جو انور صاحب ان کی طرف پلٹ آئے ہیں، باپ بیٹی کی محبت دیکھ کر وہ نہال ہوئی جا رہی تھی، حریم نے بڑے غور سے اس منظر کو دیکھا تھا، آمنہ، انور صاحب اور صبا تینوں کسی بات پہ ہنس رہے تھے، کتنا بھرپور اور دلکش منظر تھا، وہ تینوں بہت خوش تھے، سوائے حریم کے، وہ رکی تو بھی کچھ اپنے ہونٹوں پہ نہیں لا سکی تھی، سارا منظر مکمل ہونے کے باوجود اسے مصنوعی لگ رہا تھا، تب ہی تو زیادہ دیر اسے وہاں بیٹھا ہی نہیں گیا، ویسے بھی ابو کی پوری توجہ صبا کی طرف تھی۔

اس نے عصر کی نماز کے بعد دل کی گہرائیوں سے دعا کی، بہت دنوں سے فری کی کوئی بھی خیر خبر نہیں تھی نہ ہی ادھر سے کسی نے رابطہ کیا تھا، وہ سوچ رہی تھی کہ فری آپی کو فون کرے [illegible] وہ ابھی یہیں تھی، حریم اپنے آپ [illegible] بہت سی ناقابل یقین باتوں کا اسٹاک اس کے ذہن میں جمع ہو گیا تھا جو فری آپی سے اس نے [illegible] کر رکھا تھا، وہ فری آپی کا نمبر ملانے لگی، اسی وقت وہ سکون سے بیٹھ کر سکی تھی۔

صبا کو انور صاحب نے بلایا تھا وہ اپنے کمرے میں تھے آج وہ آفس نہیں گئے تھے۔

"جی ابو آپ نے بلایا ہے کیا بات ہے؟"

نماز پڑھتے ساتھ ہی وہ دوڑی چلی آئی۔

"ادھر میرے پاس آ کر بیٹھو۔" انہوں نے بیڈ پہ سرک کر اس کے لئے جگہ بنائی۔

"جی ابو!" وہ ہمہ تن گوش تھی۔

"بیٹا رات کو چوہدری ریاض اور ان کے ساتھ کچھ اور لوگ آ رہے ہیں میں نے ان کو کھانے پہ انوائیٹ کیا ہے، میں چاہتا ہوں کہ کوئی کمی نہ رہے، سب انتظام بہت اچھا ہونا چاہیے۔"

"ٹھیک ہے ابو ایسا ہی ہو گا، میں اور حریم ماسی خیراں کے ساتھ مل کر ابھی سے تیاری شروع کرتے ہیں۔"

"اور کے اور کے ساتھ خود بھی اچھے طریقے سے ڈریس اپ ہونا آپ لوگ، چوہدری ریاض بہت پیسے والے ہیں میں نہیں چاہتا کہ میری بیٹی میں انہیں کوئی کمی نظر آئے، بہت بھلے ہیں ریاض صاحب، جب اپنے ساتھ چھوڑ گئے تب انہوں نے میری مشکلات میں ساتھ دیا، مجھے اگر دوبارہ زندگی ملے تو تب بھی میں چوہدری ریاض کا احسان نہیں اتار سکتا، انہوں نے میرے لئے وہ کچھ کیا ہے جو کوئی اور کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتا، بزنس کو خسارے سے نکالنے کے لئے انہوں نے بہت بڑی رقم دی ہے مجھے جس پہ میرے دل سے ان کے لئے دعائیں نکلتی ہیں۔" وہ چوہدری ریاض کی تعریف میں بہت کچھ کہہ رہے تھے مگر صبا کو کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ یہ سب اسے کیوں بتا رہے ہیں۔

"ابو آپ کے مہمانوں کو کوئی شکایت نہیں ہوگی ہم سے۔" ان کی بات ختم ہوئی تو اس نے کہا، وہ خوش ہو گئے۔

"مجھے تم سے یہی امید ہے اب جاؤ دعوت کی تیاری شروع کرو۔" ساتھ ہی وہ کسی سے فون پہ بات کرنے لگے، صبا حریم کے پاس آ گئی۔

"ابو کے گیسٹ آ رہے ہیں رات کے کھانے پہ اس کے لئے یہ تیاری ہو رہی ہے۔"

"کون آ رہا ہے؟" وہ اپنے کپڑے پریس کر رہی تھی مصروف سے انداز میں بولی۔

"وہی اس دن جو چوہدری ریاض تشریف لائے تھے وہ اور ان کے ساتھ کوئی اور لوگ ہوں گے۔" اس نے بتایا تو حریم کے ہاتھ سست سے پڑ گئے۔

"تم جاؤ میں یہ شرٹ استری کر کے آتی

ہوں۔"

"ٹھیک ہے میں کچن میں جا رہی ہوں تم بھی آ جاؤ اور ساتھ میرے بھی کوئی اچھے سے کپڑے پریس کر دو، ابو کہہ رہے تھے اچھے طریقے سے تیار ہونا آپ لوگ۔" اسے خدشات کے سپرد کر کے صبا وہاں سے جا چکی تھی۔

اک دکھ اپنے ہارنے کا
اک دکھ کچھ نہ کرنے کا
اک دکھ اپنے جینے کا
اک دکھ اپنے مرنے کا
اک دکھ خالی رہنے کا
اک دکھ پورا بھرنے کا
ان جانے سے رستے پر
اک دکھ پیر کو دھرنے کا
خوشیاں اندر رو کر بھی
اک دکھ یونہی ڈرنے کا
دل کے اندر بچھوتا ہے
اک دکھ آنکھ کے بھرنے کا

صبا، حریم اور ماسی عذرا کے ساتھ مل کر سب تیار کر چکی تھی۔ کچن کا کام وہ خود ہی کرتی تھی، آمنہ نے شروع سے ہی بیٹیوں کو کھانے پکانے کے فن میں طاق کرنے کی کوشش جاری رکھی تھی۔ منزہ تو زیادہ تر اپنے کمرے میں بند رہتی تھی، نہ اتنا بولتی نہ کسی سے ملتی، فری شادی کے بعد سسرال میں تھی اب صبا ہی کچن سنبھالتی، گریجویشن کے بعد اس کا پڑھنے کو مزید دل نہیں چاہ رہا تھا سو اب وہ گھر پہ ہی ہوتی، کالج کی تعلیم بھی اس نے جیسے تیسے مکمل کی تھی، فری نے بھی ایف اے بادل نخواستہ کیا تھا ورنہ اس کے بس میں ہوتا تو وہ میٹرک کے بعد کالج میں داخلہ ہی نہیں لیتی۔ کیونکہ سکول اور پھر بعد میں کالج میں بھی لڑکیاں ان کا مذاق اڑاتیں، ہوتی ہراساں استاد سے عاری لہجے ڈرتے ڈرتے خوفزدہ انداز کسی کے لئے بھی قابل قبول نہیں تھے، فری تو سکول میں کتنی بار بیزاری کا شکار بنی، اب کالج میں بھی وہی صورتحال تھی، لیکچر کے دوران کوئی سوال پوچھتی تو وہ ہکلانا شروع کر دیتی، ساتھ پورا جسم بھی کانپتا، حالانکہ جو سوال پوچھا جاتا اس کا جواب اسے معلوم ہوتا مگر نہ جانے کیوں گھبراہٹ طاری ہو جاتی، وہ ٹیچرز، کالج کی اور لڑکیوں کے لئے تفریح طبع کا اچھا خاصا سبب بن گئی تھی، فری خاصی ذہین تھی مگر محبت اور اعتماد سے عاری ماحول میں پلنے بڑھنے کی وجہ سے اپنی ذہانت سے نا آشنا تھی۔

انور گیلانی نے تو میٹرک کے بعد بیٹیوں کو مزید تعلیم نہیں دلوانی تھی مگر ان کے بڑے بھائی نے ان کے اس ارادے سے باخبر ہونے کے بعد منع کیا تھا کہ بیٹیوں کو کالج لیول تک تو تعلیم حاصل کرنے دو، بڑے بھائی رحمت گیلانی کی بات وہ یہ بھی نہیں ٹالتے تھے سو ان بیٹیوں کے لئے تعلیم کے راستے کچھ کشادہ ہو گئے تھے۔

سوائے حریم کے ان تینوں کو پڑھنے کا خاص شوق نہیں تھا، اب صرف حریم نے ہی تعلیم جاری رکھی ہوئی تھی وہ مقامی کالج میں تھرڈ ائیر کی اسٹوڈنٹ تھی، صبا سے دو سال چھوٹی اور ان سب بہنوں میں سب سے زیادہ حساس، اس نے اپنی حساسیت کو بے نیازی کے پردے میں چھپا لیا تھا، اندر کچھ بھی گزرتی اس کا چہرہ سپاٹ ہی رہتا۔ آج مہمان آ گئے تھے، آمنہ پہلے سے ہی ڈرائنگ روم میں تھی کیونکہ چوہدری ریاض کے ساتھ دو عورتیں بھی تھیں۔

حریم کو عورتوں کی آمد کا سن کر تجسس سا ہوا جسے دور کرنے کی خاطر وہ ڈرائنگ روم میں چلی آئی، گہرے سانولے رنگ کے مرد اسے ایک آنکھ نہیں بھاتے جو پرشوق نگاہوں سے اسے دیکھ رہے تھے، وہ عورتیں انور گیلانی سے کچھ پوچھ رہی تھیں۔

"نہیں نہیں یہ وانی نہیں یہ میری سب سے چھوٹی بیٹی ہے۔" جانے کیا سوال کیا گیا تھا جس کے جواب میں، میں انہوں نے یہ وضاحت دی تھی۔ اس کے تو کان کھڑے ہو گئے، پھر ان پتروں میں ملبوس کرخت نقوش والی اس عورت نے چٹاخ چٹاخ اس کے گالوں پہ پیار کیا تو اسے الجھن ہونے لگی، صبا مہمانوں کو کھانے کا بولنے آئی تو سب کی توجہ ادھر ہو گئی، حریم چوہدری ریاض کے بالکل سامنے والے صوفے پہ بیٹھی ہوئی تھی، صبا کو جس طرح وہ حریص اور لالچی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا سب کی موجودگی کی پرواہ کیے بغیر، اب حریم کو اندر ہی اندر گھبراہٹ ہونا شروع ہو گئی تھی، نہ جانے ان مہمانوں کے ارادے کیا تھے مگر ابو کا انداز کوئی اور ہی کہانی سنا رہا تھا۔

وہ اٹھ آئی وہاں سے، صبا سے اپنے خدشات کا اظہار کر کے وہ اسے پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی جو خود انہیں بے بنیاد ہی پا اس کا وہم قرار دیتی۔ وہ اکیلی ہی یہ بوجھ اٹھائے پھر رہی تھی۔ اسے جانے کیوں محسوس ہو رہا تھا جیسے صبا کوئی قربانی کا جانور ہے، جس کی قربانی دینے سے پیشتر اس کی خوب خاطر تواضع اور خدمت کی جا رہی ہے، کاش اس کے یہ خدشات حقیقت کا روپ نہ دھارتے۔

رات کا ایک بج چکا تھا، پورے دن کی تھکی ہاری صبا کب کی سو چکی تھی مگر حریم کی آنکھوں سے نیند کوسوں دور تھی، چوہدری ریاض اپنے ساتھ مٹھائی اور پھلوں کے ٹوکرے ان سب کے کپڑے بھی لایا تھا، جب وہ لوگ کھانے کے بعد جانے لگے تو چوہدری ریاض کے ساتھ آئی عورتوں نے صبا کے ہاتھ پہ بہت سے ہرے ہرے نوٹ دھر دئیے۔

یہ امتیازی سلوک حریم کی نگاہ سے پوشیدہ نہیں تھا کیونکہ وہ بھی پاس کھڑی تھی، مہمانوں کے جانے کے بعد انہوں نے کچن سمیٹا برتن دھوئے پھر حریم نے نماز پڑھی، صبا پہلے ہی سو چکی تھی، لیکن وہ کروٹیں بدل رہی تھی، کھڑکی کے شیشے سے آتی روشنی صبا کے چہرے پہ پڑ رہی تھی، وہ ایک ہاتھ رخسار کے نیچے رکھے محو خواب تھی، حریم اس کی طرف رخ موڑے دیکھنے لگی، معصوم اور بھولی لگ رہی تھی اس کی ماں جائی، اس نے دماغ میں کیڑے کی طرح کلبلاتے منفی خیالات سے پیچھا چھڑایا اور سونے کی کوشش کرنے لگی۔

انور گیلانی کے بڑے بھائی رحمت گیلانی اپنے بیٹے اور بیٹی کی شادی کر رہے تھے اس سلسلے میں تیاریاں عروج پہ تھیں، انور گیلانی نے ان سب کو بھی تیار ہونے کو کہا تھا، شادی سے دو دن پہلے صبا اور حریم تایا کے گھر آ گئی تھیں، منزہ کو کہیں بھی آنا جانا نہیں تھا گھر پہ تھی، آمنہ نے بارات والے دن آنا تھا، اس مرتبہ انور گیلانی نے ان دونوں بہنوں کو دل بھر کر شاپنگ کروائی تھی، آمنہ دونوں کو خود ساتھ لے کر گئی تھی، شادی میں پہننے کے لئے وہ جو سوٹ لائی تھی بہت خوبصورت تھے۔

حریم کا تو بالکل بھی آنے کو دل نہیں کر رہا تھا کیونکہ ددھیال والوں سے ملنا ملانا اس کے لئے کچھ ایسا خوشگوار تجربہ نہیں تھا، کیونکہ جب بھی کبھی موقعے پہ وہ چچا یا تایا کے ہاں آتیں تو کزنز کا رویہ ان کے ساتھ بہت عجیب ہوتا جیسے وہ کسی اور سیارے سے آئی ہوں، اس صورتحال کو دیکھتے ہوئے ان میں سے کسی نے بھی اپنی کزنز کے ساتھ فری ہونے کی کوشش نہیں کی، کزنز کے لڑکوں کے ساتھ بے تکلف ہونے کی بات تو بعید از قیاس تھی کیونکہ انور گیلانی سخت طبیعت کے مالک تھے ساتھ کسی کزن نے دعا سلام کے علاوہ ان سے کوئی اور بات کرنے کی کوشش بھی نہیں

کی، ابو کا ڈر نہ ہوتا تو وہ کبھی بھی نہ آتی یہاں۔

دادا جان کی وفات کے بعد ان کا ددھیال سمٹ کر ایک تایا ایک چچا ان کی بیویوں اور پھر ان کی اولادوں تک محدود ہو گیا تھا، یہاں آ کر حریم کو اپنی کم مائیگی کا شدت سے احساس ہوتا تھا، کیونکہ وہ اس تلخ حقیقت سے اچھی طرح آگاہ تھی کہ سب کزنز ان بہنوں کا مذاق اڑاتے ہیں نقلیں اتارتے ہیں، انہیں تو گویا تفریح کا موقع ہاتھ آ جاتا تھا، اس دور میں اتنی ڈری سہمی اور جھینپو لڑکیاں بھلا کہاں تھیں، اپنے سائے تک سے ڈر جانے والی، یہی وجہ ہے جب تایا رحمت نے اپنے بیٹے عدنان سے فری کے لئے رائے لینی چاہی تو اس نے کانوں کو ہاتھ لگائے۔

"نہ بابا نہ آپ چچا جان کی محبت میں مجھے قربانی کا بکرا مت بنائیں، زمانہ قدیم کی کسی روح سے مجھے شادی کرنے کا قطعی شوق نہیں ہے، بندے میں کم از کم اعتماد تو ہونا چاہیے، چچا جان نے نہ جانے کس طرح اپنی اولاد کی پرورش کی ہے مجھے تو حیرت ہوتی ہے۔" اس نے صاف الفاظ میں انکار کیا تھا۔

کچھ بھی تھا رحمت گیلانی کو اپنے بھائی کی چاروں بیٹیاں ہی اچھی لگتی تھیں، فری انہیں بہت پسند تھی مگر عدنان نے صاف انکار کر دیا تھا، پھر فری کی بھی شادی ہو گئی اب صبا کا نمبر تھا، انہوں نے چھوٹے بیٹے عامر سے ذکر کیا صبا کے بارے میں اپنی پسندیدگی کا بتایا ساتھ ہی اپنی خواہش کا بھی اظہار کر دیا، وہ بدک ہی تو گیا اور صاف ناں کر دی، وہ پہلے ہی اپنی کلاس فیلو میں انٹرسٹڈ تھا، نہ بھی ہوتا تو انور چچا کی کوئی بھی بیٹی اسے اس نظر سے پسند نہیں تھی، اس کی خواہش پہ اس کا رشتہ رانیہ سے طے ہوا اور اب شادی ہو رہی تھی، عدنان سے چھوٹے فاروق گیلانی تھے ان کا ایک بیٹا اور ایک ہی بیٹی تھی جن کی اپنی اپنی دلچسپیاں تھیں۔

رحمت گیلانی نے جب بیوی سے اس خواہش کا اظہار کیا کہ میں انور کی چاروں بیٹیوں میں سے کسی ایک کو بہو بنانا چاہتا ہوں تو انہوں نے بھی مخالفت کی تھی، اپنے دیور کی سخت مجبوریت سے ایسے چپ تھیں، پھر انہوں نے اولاد پہ جبر نہیں کیا اور رکھی بھی وہ کسی سے بھی زیادتی نہیں کی، عدنان اور عامر دونوں تعلیم یافتہ اور جدید دور کے نوجوان تھے، پابندیوں اور جبر کی فضا میں پلی بڑھی کسی کم تعلیم یافتہ لڑکی سے وہ شادی کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے چاہے وہ انور چچا کی بیٹی ہی کیوں نہ ہوتی۔

رحمت اور فاروق دونوں بھائی انور سے الگ طبیعت کے تھے، اپنی اولادوں کو تعلیم کے ساتھ محبت و اعتبار بھی بخشا تھا، جو ان کی شخصیت میں نمایاں طور پہ نظر آتا اور یہی چیز تھی جس سے انور گیلانی نے اپنی اولاد کو محروم رکھا تھا اور اب فرق تو صاف ظاہر تھا۔

صبا اس بار تایا کے گھر بہت خوش تھی ورنہ پہلے اپنے رشتہ داروں کے ہاں کسی تقریب میں شرکت کرتے ہوئے وہ کچھ زیادہ سرگرمی یا جوش نہیں دکھاتی تھی، پر اب تو ابو کی چند روزہ محبت کا اعجاز اور اعتبار تھا جس نے اسے حد درجہ پُراعتماد بنا ڈالا تھا، حسن اور عدنان کی مہندی کی تقریب مشترکہ تھی اس نے بڑی خوشی خوشی مہندی کی سجاوٹ میں حصہ لیا، حریم پہ ہمیشہ کی طرح حد درجہ سنجیدگی طاری تھی اپنا ددھیال اسے ایک آنکھ نہیں بھاتا تھا، ابو کی سختی والے رویے کی وجہ سے نفرت اس کے دل میں پل رہی تھی، خود وجہ تھی حقارت کی کہ ان بہن بھائیوں کو انہوں نے ننھیال میں جانے ہی نہیں دیا اور ددھیال کی طرف ایسی کوئی پابندی نہیں لگائی، حریم میں بغاوت کے جراثیم پل رہے تھے، اپنے چچا تایا اور ان کی اولادوں میں سے کسی کے ساتھ بھی اسے کوئی بھی لگاؤ نہیں

تھا نہ ہی کبھی کزنز والی فطری محبت کا مظاہرہ کیا گیا، شاید اس کی وجہ ان بہنوں کا مذاق اڑایا جانا ہو، انہیں پیٹھ پیچھے نہیں بلکہ سب کے سامنے تمسخر کا نشانہ بنایا جاتا اور یہ آسانی سے بھولنے والی بات نہیں تھی۔

مہندی کے تمام فنکشن کے دوران وہ لیے دیے انداز میں سب سے پیچھے بیٹھی رہی اور حسب ہمیشہ کی طرح اپنی نرم طبیعت سے مجبور ہو کر تائی امی کو اپنی خدمات ہی پیش کرتی رہی۔

عدنان کی دلہن رخصت ہو کر آ چکی تھی، رسمیں ہو رہی تھیں، رات کا فنکشن تھا سب تھک گئے تھے، صبح حسن کی بارات گئی تھی اور ادھر ابھی تک ہنگامہ مچا ہوا تھا، حریم کے سر میں درد ہو رہا تھا، تھکن سے اس کا برا حال تھا، دل چائے پینے کو کر رہا تھا، سب اپنے کاموں میں لگے تھے، دوپہر تک بارات کے بعد ایک بے فکری کی طاری کی حد سے کچن میں پہنچی۔

باہر سے شور زور باتوں اور قہقہوں کی ملی جلی آوازیں آ رہی تھیں، عدنان اور اس کی دلہن رانیہ شرارتی ٹولے کے گھیرے میں تھے، حریم اپنے لیے چائے بنانے کچن میں آ گئی، وہ ابھی تو ٹھیک تھی وہ بول اس کے تایا کا گھر تھا اور یہاں سب اس وقت ہنگامے میں کھوئے ہوئے تھے۔

اس نے چولہا جلا کر چائے کا پانی رکھا اور پتی چینی ڈھونڈنی شروع کی، اس دوران پانی کھولنا شروع ہو گیا، آخر پتی چینی مل ہی گئی، وہ فریج سے دودھ نکال رہی تھی جب کوئی کچن میں داخل ہوا۔

"واؤ چائے بن رہی ہے اس وقت شدید طلب ہو رہی ہے ایک کپ مجھے بھی دے دینا۔" آہٹ پہ وہ گھومی تو سامنے اجنبی صورت تھی، اس کے تاثرات خود بخود ہی درشت سے ہو گئے۔

"میں یہ چائے اپنے لئے بنا رہی ہوں کسی اور کے لئے نہیں۔" اس نے نو وارد کی طرف دیکھے بغیر چائے میں دودھ ڈالا۔

"اگر مجھے بھی تھوڑی سی مل جائے تو مہربانی ہوگی۔" وہ شاید اسے واقف نہیں تھا۔

"میں کسی کی نوکر نہیں ہوں خود بنا لیں۔" اس کا لہجہ بہت سخت تھا، وہ اپنی اس عزت افزائی پہ حیران سا ہوا، اخلاقیات سے عاری یہ لڑکی جانے کون تھی ابھی تو یہ نہیں ملی تھی، وہ دو دن میں گھر سے ہو کر آئے تھے، سارا سوچا اسے یہ سب نہ یاد رہی ہوں تو نوکرانی بھی نہیں تھی کیونکہ وہ گھر میں کام کرنے والی دونوں نوکرانیوں کو جانتا تھا اور صورت آشنا بھی تھا۔

"آپ ہیں کون؟" اندر سے اسے غصہ آیا تھا تب ہی تو وہ جاننا چاہ رہا تھا یہ بد اخلاق ہے کون ہے۔

"کیوں آپ کیوں پوچھ رہے ہیں؟" وہ چائے کپ میں انڈیل رہی تھی، اس وقت سلیمان کو بھی چائے کی شدید طلب ہو رہی تھی۔

"میں اس گھر سے آپ کا رشتہ جاننا چاہ رہا ہوں۔" سلیمان کا دل کر رہا تھا چائے کا کپ چھین لے، ایک کپ سے زائد چائے تھی مگر اس نے دوسرے کپ میں ڈال کر اسے نہیں دی۔

"میں اجنبیوں سے اس طرح کی بات کرنا فضول عمل تصور کرتی ہوں۔" وہ چائے لے کر کچن سے باہر آ گئی، تب سلیمان کو اس بد دماغ سی لڑکی پہ بہت غصہ آیا، وہ ہال میں چلا آیا اور عشرت بوا اسے ادھر ہی مل گئیں، وہ جھٹ پٹ اس کے لئے چائے بنا کر لے آئیں۔

چائے پی کر حریم بھی ادھر ہی آ گئی جہاں دولہا دلہن کی تصویریں بن رہی تھیں صبا بڑے اشتیاق سے قریب ہو ہو کر سب دیکھ رہی تھی، حریم قدرے ہٹ کر سب کارروائی دیکھ رہی تھی۔

سلیمان سامنے ایک صوفے پہ بیٹھا تھا، اتفاق سے ہی وہ اس کی نظروں کی گرفت میں آ گئی

تھی جانے کس جذبے کے تحت اس نے سمن کی کزن سے گلابی کپڑوں میں ملبوس حریم کے بارے میں پوچھ لیا۔

"یہ میرے چچا انور گیلانی کی سب سے چھوٹی بیٹی ہے۔" جانے وہ کیا بھی تھی کہ جھٹ کہتے سے ذکر کر دیا، یہ ذارا تھی فاروق گیلانی کی اکلوتی بیٹی۔

صبح ہونے تک سب لڑکیوں میں یہ خبر گردش کر رہی تھی کہ سمن کے ماموں شہریار شیرازی کے سپوت سلیمان شیرازی حریم کے عشق میں مبتلا ہو گئے ہیں اگر سلیمان کو علم ہوتا کہ اس کا چھوٹا سا سوال یہ قیامت ڈھائے گا تو وہ کبھی بھی یہ حماقت نہ کرتا، ذارا اور سمن سونے تک اس بات کو ڈسکس کرتی رہی۔

سمن پارلر جا چکی تھی، لڑکیاں آرام سے تیار ہو رہی تھیں۔

حریم نے آج میرون کلر کا سوٹ پہنا تھا، لانگ شرٹ کے ساتھ چوڑی دار پاجامہ خوب سوٹ کر رہا تھا وہ اور صبا دونوں اکٹھے بیٹھی تھی جب وہ پیاری سی لڑکی کیوٹ سے بچے کو گود میں اٹھائے انہی کے سامنے بیٹھ گئی۔

"میرا نام رخنا ہے آپ کون ہیں دونوں، پہلے نہیں دیکھا کبھی آپ کو؟" اس کا مخاطب حریم تھی۔

"رحمت گیلانی تایا ہیں میرے، میں ان کے چھوٹے بھائی کی بیٹی ہوں اور یہ میری بہن ہے۔" بادل نخواستہ اس نے تعارف کروایا۔

"اوہ اچھا اچھا آپ انور انکل کی بیٹی ہیں اور میں سعید انکل کی بہو ہوں، سلیمان دیور ہے میرا۔" پتہ نہیں یہ سعید انکل کون تھے اور یہ سلیمان کون تھا جو ان کا دیور تھا اور یہ محترمہ جانے کس کے دھوکے میں ان دونوں کے پاس آ کے تعارف کروا رہی تھیں۔

صبا اس کیوٹ سے بچے کے ساتھ لاڈ کر رہی تھی، حریم آنے جانے والوں کی طرف دیکھتی رہی، اتنے میں رخنا کا بلاوا آ گیا تو وہ اٹھ کر چلی گئی، سمن کی رخصتی کے بعد دو دن کے وقفے سے عدنان کا ولیمہ تھا، روتی دھوتی سمن رحمت گیلانی کے سینے سے لگی کھڑی تھی۔ وہ بمشکل تمام آنسوؤں کو ضبط کر رہے تھے۔

حریم کو فری آپی کی رخصتی کا منظر یاد آ گیا۔ وہ کس سے زیادہ رو رو اور بلک رہی تھی، آخر میں ابو نے بس رسماً اس کے سر پہ ہاتھ پھیرا تھا، اپنے فرض کی ادائیگی کی خوشی اور بیٹی سے جدائی کا کرب ڈھونڈے سے بھی ان کے چہرے پہ نہیں تھا۔

رحمت گیلانی، عدنان اور عامر نے سہارا دے کر بہن کو گاڑی میں بٹھایا، آخری وقت پھر ان تینوں نے سمن کو پیار کیا تو یہ منظر کسی کانٹے کی طرح حریم کے دل میں چبھا۔

سمن دعاؤں کے سائے میں رخصت ہوئی۔ رحمت تایا بیٹی کی جدائی سے نڈھال ہو رہے تھے۔ سلیمان انہیں اندر لے گیا۔

اب حریم جلد از جلد یہاں سے جانا چاہ رہی تھی، پیار بھرے اس ماحول میں رہ رہ کر اپنی محرومیوں کا احساس جاگ گیا تھا، وہ ہر ہر بات میں اپنا اور ان سب کا موازنہ کرنے لگ گئی تھی۔ صبا بھی خاموش سی تھی، شاید وہ بھی اسی کی طرح سوچ رہی تھی۔

"میرا گھر جانے کو دل کر رہا ہے۔" روہانسی ہو کر اس نے صبا سے کہہ ہی دیا۔

"میرا بھی۔" وہ جھٹ بولی۔

"تو پھر چلتے ہیں۔"

"عدنان بھائی کا ولیمہ ہو جائے تو چلیں گے نا۔" صبا نے اسے جیسے کچھ یاد دلایا تھا۔

"مجھے تو ان سب لڑکیوں کی مسلسل تیز نظروں اور دبی دبی ہنسی سے الجھن ہونے لگی ہے۔"

"نظر انداز کر دو سب کو۔"

"کیوں کروں نظر انداز دیکھتے ہی اشارے کرنے لگتی ہیں۔" وہ روہانسی ہو گئی تو صبا نے اسے بہلایا۔

سلیمان کی بھابھی رخنا سے اس کی اچھی خاصی دوستی ہو گئی تھی، یہ رحمت تایا کے سالے کی بہو تھی، اس کا پرخلوص رویہ صبا کو بہت اچھا لگا تھا، اس کی باتوں اور انداز سے کسی طرح بھی یہ محسوس نہیں ہو رہا تھا کہ وہ انہیں کمتر تصور کرتی ہے، وہ بہت دلچسپی سے گھر والوں کے بارے میں سوال کرتی رہی، خاص طور پہ حریم کے بارے میں اسے بہت دلچسپی تھی، مزید یہ کہ اس کی پسند ناپسند کے بارے میں پوچھتی رہی۔

رخنا نے ان بہنوں کو پہلے نہیں دیکھا تھا، دوسرے وہ کم کم ہی چچا اور تایا کے گھر آتی، پھر رخنا کو سعید انکل کے خاندان کا حصہ بنے زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا، ورنہ شاید ملاقات ہو ہی جاتی۔

صبا کو وہ بہت اچھی لگی تھی، سمن کے ماموں زاد کو اس نے دیکھا ہوا تھا لیکن ان کی بہو بننے کے بعد ملاقات میں بھی اس پہ خوشگوار تاثر چھوڑنے میں کامیاب رہی تھی۔

آج سمن کا ولیمہ تھا، حریم کا ارادہ تو ولیمے سے فارغ ہو کر گھر جانے کا تھا مگر تائی اماں اور بابا نے کہا تھا کہ ولیمے کے بعد آج ادھر ہی رہو گی کل گھر جانا، بادل نخواستہ وہ آمادہ ہوئی تھی۔

عالیہ بیگم یعنی تائی اماں نے بارات اور ولیمے کے لئے ان دونوں بہنوں کے لئے سوٹ تیار کرائے تھے، رات کا فنکشن تھا مگر لڑکیوں کی تیاری سر شام ہی سے شروع ہو چکی تھی۔

انور گیلانی اور آمنہ اپنے گھر ہی سے سیدھے سمن کے سسرال پہنچے تھے، لڑکیاں ہال میں بیٹھ رہی تھیں، صبا فاروق چچا کی گاڑی میں بیٹھ چکی تھی، حریم بھی اس کے ساتھ ہی بیٹھ جاتی مگر گاڑی خراب تھی اور فرد کے بیٹھنے کی گنجائش نہیں تھی، وہ متلاشی نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھتی سخت کوفت کا شکار تھی کہ رخنا نے آواز دے کر اپنی گاڑی میں آنے کو کہا، مرتی کیا نہ کرتی چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی اس کی طرف گئی۔ ڈرائیونگ سیٹ پہ سلیمان تھا اور اس کے ساتھ رخنا بھابھی اور سمن کی کزن ذارا تھی، حریم کو شک سا ہوا، فاروق چچا صبا کو لے کر جا چکے تھے ورنہ وہ اسے بھی ساتھ بٹھا لیتی، کیونکہ ان لوگوں سے اسے الجھن ہوتی تھی، ذارا تو خیر اس کی کزن تھی مگر باقی دو افراد تو اجنبی ہی تھے نا، وہ بھی ذارا تو کزن کے ساتھ اسے کوئی خاص لگاؤ نہیں تھا، کچھ ذارا عادت سے مجبور ان سب بہنوں کا مذاق اڑاتی آئی تھی اس وجہ سے بھی وہ زیادہ فری نہیں ہو پائی تھی۔

اب بھی کچھ ایسا ہی ہوا تھا، وہ بیک ڈور کھول کر بیٹھنے ہی لگی تھی کہ ذارا نے ٹوک دیا۔

"ادھر نہیں آگے بیٹھو، وہاں ہے جگہ تمہاری۔" "وہاں ہے جگہ تمہاری" پہ اس نے خاصا زور دے کر کہا تو خفت کے احساس سے اس کے رخسار سلگ اٹھے اسے پہلے کہ وہ کوئی جواب دیتی سلیمان کی مما ثومیہ بھی ان کے ساتھ جانے کے ارادے سے پیچھے کی طرف چلی آئیں، اب صورتحال یہ تھی کہ ایک طرف ثومیہ آنٹی کھڑی تھیں اور ایک طرف حریم، رخنا نے بات کے لئے فوراً اپنی طرف کا دروازہ کھولا وہ بیٹھ گئی۔

"حریم آپ آگے بیٹھ جاؤ۔" یہ رخنا تھی جو اس کے سرخ ہوتے چہرے سے جانے کیا بھانپ گئی تھی، ذارا کے سامنے مزید تماشا بننے کے خیال سے وہ فرنٹ سیٹ پہ بیٹھ گئی۔

"آنٹی یہ رحمت انکل کی بھتیجی حریم ہیں انور انکل کی سب سے چھوٹی بیٹی۔" سب کی باتوں رخنا نے بتایا، ثومیہ نے اسے پہلے صرف ایک بار اسے

دیکھا تھا اب بہو نے تعارف کرایا تو انہوں نے خصوصی دلچسپی لی۔

سلیمان اس کے بیٹھتے ہی بلیک لش لش کرتی اکارڈ کو حرکت میں لے آیا، رعنا کھسک کر ساس کے پاس ہو گئی اور دھیمی آواز میں کھسر پھسر کرنے لگی۔

حریم دوپٹہ سختی سے اپنے گرد لپیٹے اور دروازے کے ساتھ تقریباً لگ کر بیٹھی تھی، اسے ڈر بھی لگ رہا تھا، وہ دعا کر رہی تھی کہ ابا اسے ایک اجنبی لڑکے کے ساتھ فرنٹ سیٹ سے اترتا نہ دیکھیں کیونکہ وہ ان کی شکی طبیعت سے اچھی طرح واقف تھی، ذارا خوب چہک رہی تھی۔

"سلیمان بھائی آج تو آپ بہت خوش ہوں گے۔"

"وہ کیوں؟" سلیمان کی توجہ سامنے روڈ کی طرف تھی، پاس سے ٹرک گزرا تو جواب میں ذارا نے جو کہا حریم وہ نہ سن سکی، وہ دونوں آپس میں جانے کیا بول رہے تھے، اب حریم کو بھی پتہ چل گیا تھا کہ یہ ممی کے ماموں کی بیٹی ہے، خدا خدا کر کے سفر تمام ہوا، گاڑی رکی تو حریم سب سے پہلے اتری، ثومیہ بیگم پرسوچ نگاہوں سے اسے ہی دیکھ رہی تھیں جو صبا کو ڈھونڈ رہی تھی۔

فنکشن بہت لیٹ شروع ہوا اور کھانا کھاتے کھاتے دو تو بج ہی گئے، واپسی بھی انور گیلانی صبا کو ساتھ لے گئے اور حریم کو کہا کہ تم پرسوں آ جانا، شادیوں میں کاموں کے سو بکھیڑے ہوتے ہیں اسی وجہ سے انہوں نے اسے رکنے کو کہا۔

اب حریم پریشان سی تھی، صبا کے ساتھ وہ خود کو بہت مضبوط سمجھ رہی تھی، ادھر سب خوش گپیوں میں لگے ہوئے تھے کسی کو کوئی احساس ہی نہیں تھا، اس کا دل کر رہا تھا، دھاڑیں مار مار کر روئے، جانے کب پھر رعنا اس کے پاس آئی۔

"حریم تم ہمارے ساتھ ہی جانا، کیونکہ ماما

بھائی کہہ رہے ہیں جو بھی گاڑی میں آ رہا ہے اسی میں واپس جائے گا، تم چل کر بیٹھو میں بھی آ رہی ہوں۔" رعنا کے انداز میں اپنائیت بھری بے تکلفی تھی، وہ پارکنگ ایریا کی طرف آئی تو زیادہ تر گاڑیاں غائب تھیں، وہ بلیک اکارڈ کے پاس آئی اور بیک ڈور کھول کر بیٹھ گئی، بیٹھتے ہی اسے ڈرائیونگ سیٹ پہ براجمان شخص کا ذہن نظر آیا، اس کا خیال تھا کہ گاڑی میں کوئی نہیں ہوگا، وہ سیٹ پیچھے کی طرف کیے آنکھیں موندے پڑا تھا، اس کی پرسکون پوزیشن بھی بتا رہی تھی۔

"مما اور رعنا بھابھی کو بھی بلا کر لے آئیں۔" وہ نارمل ہو کر بیٹھ گیا ساتھ ہی آرڈر جاری کیا۔

"میں آپ کی ڈرائیور نہیں ہوں خود بلا لائیں۔" توقع کے خلاف اس شاندار جواب سے وہ داد بھی نہ دے پایا، اسے پیچھے کر وہ پھر بتاتا مما اور بھابھی ذارا کے ساتھ ہی آتی دکھائی دیں، ذارا تو شرارت سے بیٹھتے ہی کہہ گئی۔

"کیا ہوا ڈرائیور ہو رہے تھے جناب۔" اس کا مخاطب سو فیصد سلیمان ہی تھا مگر حریم کے تو تلووں میں آگ لگی اور سر پہ بجھی۔

سلیمان کو حیرت کا دوسرا جھٹکا لگا ذارا نے کس طرح کی بات کی تھی، ذارا کی بات پہ حریم بھی جھینپ گئی تو وہ الجھ سا گیا، اتنے میں ثومیہ بیگم حریم کی طرف متوجہ ہو گئیں اور اسے چھوٹے چھوٹے سوال کرنے لگیں۔

وہ پوری طرح اس میں دلچسپی لے رہی تھیں، رعنا بھی درمیان میں بول رہی تھی، ادھر حریم دل میں عہد کر چکی تھی کہ کل بہر حال میں گھر جاؤں گی، تایا کے رشتہ داروں کا سلوک بہت اچھا اور ان کی دلچسپی اسے نظر نہیں آ رہی تھی پتہ نہیں کیوں دلچسپی لے رہی تھیں یہ خواتین؟

کیا اندھیروں کے دکھ کیا اجالوں کے دکھ

جب ہرا بشریں مقدر کی چالوں کے دکھ
بن کی آنکھیں نہیں وہ نہ روئیں کبھی
جان جائیں اگر آنکھ والوں کے دکھ
پھری منزل کہاں ہم سفر سے کدھر
بار ڈالیں گے اب ان سوالوں کے دکھ
پھری سوچوں کے چلتے ہوئے دشت سے
چھین لے آ کے اپنے خیالوں کے دکھ

چوہدری ریاض آج پھر تشریف لایا تھا انور گیلانی نے بالآخر حوصلہ افزا جواب دے ہی دیا تھا جس پہ اس کی باچھیں کھلی جا رہی تھیں وہ تو مایوس ہونے کے قریب تھا جب انور گیلانی نے اسے خوشخبری سنائی۔

چوہدری ریاض نے ابتدا سے ہی بھانپ لیا تھا کہ انور گیلانی تجربہ کار بزنس مین ہے اور کاروبار میں پے در پے ہونے والے نقصانات نے اسے تقریباً ادھ موا کر چھوڑا ہے ایسے میں اگر اسے کوئی بڑی آفر کی جاتی تو اس کے حالات بہتر ہو سکتے تھے، اس کے بعد ہی وہ اپنی ان مہربانیوں اور نوازشوں کا معاوضہ وصول کر سکتا تھا، ایک پارٹی میں چوہدری ریاض کی انور گیلانی سے ملاقات ہوئی تھی۔

چوہدری ریاض فیصل آباد کا رہنے والا تھا، بڑی اسامی رئیس تھا، کافی عرصہ دوبئی میں بھی رہا ابھی تک شادی نہیں کی تھی، کاروبار کا اسے کوئی خاص تجربہ نہیں تھا مگر انور گیلانی کے لئے وہ سرمایہ فراہم کرنے کے لئے آمادہ ہو گیا اس مہربانی نے ان کا دل جیت لیا، مستقبل قریب میں چوہدری ریاض سے اور بھی بھاری فوائد حاصل کیے جا سکتے تھے، یہی وجہ تھی کہ دوسرے الفاظ میں جب چوہدری ریاض نے شادی کی خواہش کا اظہار کیا تو ان کے ذہن میں صبا اور حریم کا نام آیا، صبا تعلیم سے فارغ ہو چکی تھی اور حریم فی الحال پڑھ رہی تھی۔

انور گیلانی نے انکساری کی انتہا کر دی۔

"چوہدری صاحب آپ اگر میری بیٹی سے شادی کرنے کے لئے تیار ہو جائیں تو میں اسے اپنی خوش قسمتی سمجھوں گا۔" اندھا کیا چاہے دو آنکھیں، لہٰذا چوہدری نے جھٹ ان کی بیٹی کو دیکھنے کی خواہش کا اظہار کیا، یوں وہ ان کے گھر تک پہنچا۔

گھر کی ترو تازہ زمانے کی چالبازیوں سے نا آشنا صبا پہلی نظر میں ہی چوہدری ریاض کو پسند آ گئی، وہ بشارت ٹاؤن میں شادی کرنا چاہتا تھا، ادھر انور گیلانی اس کے احسانات تلے دبے پڑے تھے خوش ہو گئے، فی الحال انہوں نے گھر میں اس بات کا ذکر نہیں کیا تھا، بالا ہی بالا وہ سارے معاملات طے کرنا چاہتے تھے، ویسے بھی گھر میں کسی میں اتنی ہمت نہ تھی جو ان کے آگے انکار کرتے۔

چوہدری ریاض پچھلی بار اکیلا آیا تھا، دوسری بار اس کے ساتھ دو عورتیں تھیں جنہیں اس نے اپنی خالہ اور پھوپھی کہہ کر متعارف کرایا تھا بقول اس کے کہ اب اس کے خاندان میں اور کوئی نہیں ہے بس یہی دو رشتہ دار خواتین ہیں، تب انور گیلانی نے دونوں بیٹیوں کو چوہدری ریاض کے بارے میں بتایا، دونوں بھائیوں کو انہوں نے باور کرایا تھا کہ اس شادی سے انہیں بہت فائدہ ہوگا، انہیں کیا اعتراض ہو سکتا تھا، ویسے بھی وہ شروع سے باپ کے زیادہ قریب تھے اور ان معاملات سے دونوں کو زیادہ دلچسپی نہیں تھی گھر میں بہنوں کے وجود کا ہونا یا نہ ہونا ان کے لئے برابر تھا، دوسرے الفاظ میں بے حسی کی انسانی صفت ان میں بدرجہ اتم موجود تھی کیونکہ چوہدری ریاض کے بارے میں کسی نے بھی چھان بین کی ضرورت نہیں سمجھی، شیراز تو بہت خوش تھا چوہدری ریاض نے ایک نئی فیکٹری جلد ہی لگانے کا وعدہ کیا تھا جس میں شیراز بھی پارٹنر ہوتا، چنانچہ ان ساری باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے چوہدری ریاض کو ہاں کہلوا دی گئی۔ جس پہ

اس نے ذہنی طور پہ تیاری کی مہلت پا لی اور صبا کو بھی آج ہی پتہ چلا تھا، حریم تو گم صم تھی ان تینوں ماں بیٹیوں کی کیفیت کسی طرح بھی ایک دوسرے سے مختلف نہیں تھی۔

چالیس سال سے زائد چوہدری ریاض عمر میں سے دگنے سے بھی زیادہ تھا، سانولا پکا رنگ چہرے پہ سخت اور کڑے تاثرات لئے مضبوط ڈیل ڈول کا مالک چوہدری ریاض کسی طرح بھی صبا کے جوڑ کا نہیں تھا۔

آمنہ کو خوش فہمی سی تھی کہ انور صاحب ان کے مجازی خدا پہلے سے بدل گئے ہیں اور جب وہ سمجھائے گی تو سمجھ جائیں گے اور صبا کے رشتے سے انکار کر دیں گے، کیونکہ اس رشتے سے انکار کی ان کے پاس بہت مضبوط وجوہات تھی، لہٰذا اسی بات کو بنیاد بنا کر جب اس نے شوہر سے بات کی تو ان کا پارا ہائی ہو گیا مگر جلد ہی انہوں نے اندرونی حالت پہ قابو پا لیا اور بظاہر نرمی سے گویا ہوئے۔

"میں نے چوہدری ریاض کو زبان دے دی ہے اور مرد کی زبان ایک ہوتی ہے، عمر ہی زیادہ ہے ناں اور کوئی خرابی نہیں ہے، صبا بہت آرام سے رہے گی وہاں، چوہدری ریاض بہت سخی اور کھلے دل کا ہے میرا کاروبار مکمل تباہ ہو چکا تھا وہ اگر آگے بڑھ کر میری مدد نہ کرتا تو آج ہم فٹ پاتھ پہ بیٹھے ہوتے، یہ تو بڑائی ہے چوہدری ریاض کی کہ اس نے اپنے منہ سے شادی کی خواہش کا اظہار کیا ورنہ اس جیسے شخص کو لڑکیوں کی کیا کمی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہماری بیٹی بہت خوش قسمت ہے جو چوہدری ریاض نے اسے پسند کر لیا۔" آمنہ دکھ اور صدمے کے ملے جلے تاثرات سے اپنے مجازی خدا کو دیکھ رہی تھی، اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ صبا خوش قسمت ہے کہ بدقسمت یہ تو اسے پتہ تھا کہ وہ احتجاج نہیں کر سکتی، کرنی تو بیکار تھا کیونکہ انور گیلانی کے آگے شنوائی تو ہونی نہیں تھی۔

چوہدری ریاض کی طرف سے وہی دو عورتیں اور دو مرد آ کے صبا کو انگوٹھی پہنا گئے تھے، صبا کی طرف سے چچا تایا کی فیملی اور چھ اور قریبی رشتہ دار شریک ہوئے، رحمت گیلانی اور فاروق گیلانی کو بھائی نے دو دن پہلے صبا کے رشتے کے طے ہونے کا بتایا تھا آج انہوں نے لڑکے یعنی چوہدری ریاض کو دیکھا تھا اور دل میں سخت افسوس کیا تھا، انہیں دلی طور پہ اپنے اس چھوٹے بھائی کی بیٹیاں پسند تھیں، فری انہیں بہت اچھی لگتی تھی مگر سامر اور عدنان دونوں نہیں مانے تھے۔ آج صبا کے ہونے والے شوہر کو دیکھ کر انہیں انور گیلانی پہ بے تحاشا غصہ آیا، عالیہ بیگم نے اشارے سے انہیں خاموش رہنے کو کہا، انور گیلانی کی سخت طبیعت سے سب ہی واقف تھے، رحمت گیلانی انہیں کچھ کہنا چاہتے تھے مگر عالیہ ان کی شریک حیات نے روک دیا وہ اس موقعے پہ کسی قسم کی بدمزگی نہیں چاہتی تھی۔

چوہدری ریاض کی طرف سے صبا کے لئے تین تولے سونے کے بھاری سیٹ اور قیمتی سوٹ آئے تھے، دیگر عورتوں کی طرح آمنہ خوش نہیں تھی نہ جانے کیوں اس کا دل کہہ رہا تھا کہ صبا کو قربان گاہ کی طرف لے جایا جا رہا ہے، ستم بالائے ستم وہ لب بھی نہیں کھول سکتی تھی۔

صبا کروٹ بدلے لیٹی ہوئی تھی، پاس ہی فری اور حریم بیٹھی تھیں، آج کافی عرصے بعد فری رہنے کے ارادے سے آئی تھی، اب صبا کی شادی میں کچھ ہی دن باقی تھے، چوہدری ریاض نے جہیز کے نام پہ تنکا بھی لینے سے منع کر دیا تھا، ہاں صبا کی پسند کی چیزوں کی شاپنگ کے لئے اس نے انور صاحب کو بھاری رقم کا چیک دیا تھا۔

جب سے منگنی ہوئی تھی صبا چپ چپ سی

رہنے لگی تھی، اس حالت کو دیکھ کر حریم کے اندر باغیانہ جذبات اور بھی شدت سے پرورش پانے لگے تھے۔

وہ دل سے چاہتی تھی کہ صبا بغاوت کر دے مگر اسے تو چپ ہی لگ گئی تھی ادھر فری کا بھی یہی حال تھا برسوں کی پیاس نظر آ رہی تھی، کتنی دیر سے وہ تینوں اپنی اپنی جگہ کچھ سوچ رہی تھیں، صبا کا چہرہ دیوار کی طرف تھا اس لئے اس کے تاثرات نظر نہیں آ رہے تھے۔

"صبا کیا تم اس رشتے سے خوش ہو۔" سب کچھ جانتے ہوئے بھی اس نے یہ سوال کر ڈالا جو [illegible] کر چکا تھا۔

"ہاں میں خوش ہوں، ناخوش ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔" حسرتوں کی صبا دل کے درد پہ قابو پاتے ہوئے بظاہر نارمل سے انداز میں بولی مگر حریم مطمئن نہ ہوئی۔

"تم کیا خوش ہو، سب مجھے پتہ ہے یہ پسند چوہدری ریاض، ابو اپنے مفاد کے لئے تمہیں استعمال کر رہے ہیں میں بھی....." اس سے پہلے کہ وہ کچھ اور کہتی صبا نے اس کے منہ پہ ہاتھ رکھ دیا۔

"تمہاری یہ جذباتیت سب کو لے کر ڈوب جائے گی۔"

"بے شک مجھے پروا نہیں ہے۔" اس کی رنگت شدید جذبات کی وجہ سے سرخ ہو گئی تھی۔

"حریم مجھے تم سے خوف آتا ہے ہم میں کوئی نہیں بولا، تم کیوں شیر بنی ہو، ہماری قسمت ہی ایک ہے۔" یہ فری تھی، حریم چیخ اٹھی۔

"کیوں ہماری قسمت ایک ہے ابھی گزشتہ دنوں آپی کی شادی ہوئی ہے زارا کی منگنی ہوئی ہے ان کی قسمت ایک جیسی کیوں نہیں ہے؟" اس نے رحمت تایا اور فاروق چچا کی دونوں شہزادیوں کے نام لئے، فری اسے بے بسی سے دیکھ کر رہ گئی، ابو اگر اس کی یہ باتیں سن لیتے تو مارنے میں ایک منٹ بھی نہ لگاتے۔ پتہ نہیں کس پہ چلی گئی تھی حریم، وہ سب تو صابر و شاکر تھیں اپنی اپنی قسمتوں پہ اور یہ قسمت کو خاطر میں ہی نہیں لا رہی تھی صبا چادر منہ پہ ڈالے بے آواز رو رہی تھی۔

زندگی اک سراب ٹھہری ہے
عمر بھر کا عذاب ٹھہری ہے
اک دنیا جو دن کو دیکھی تھی
رات پڑتے ہی خواب ٹھہری ہے
آنکھ میں دھوپ اگ رہی ہے
زلف برہم سحاب ٹھہری ہے
اک رت نے اگائے ہیں کانٹے
ایک مشکل گلاب ٹھہری ہے
دل ہمارا ہے خون کا دریا
آنکھ جس پہ حباب ٹھہری ہے
اب کے دستار کا سوال آیا ہے
اب کے گردن جواب ٹھہری ہے

رعنا اور ثومیہ رحمت گیلانی کے گھر پہنچی ہوئی تھی، ثمن کی شادی میں رعنا نے انہیں ایک لڑکی دکھائی تھی کہ یہ سلیمان کو پسند آ گئی ہے، ثومیہ بھی نہیں جانتی تھی زیادہ، اتفاق سے ثومیہ بیگم کو بھی وہ لڑکی بھائی، جو کہ اس کی بھتیجی تھی، رنگ آمیزی، سلیمان کے فرشتوں کو بھی خبر نہیں تھی کہ عالیہ پھپھو کے گھر رعنا اور ثومیہ بیگم کس مقصد سے گئی ہیں، بات صرف اتنی تھی کہ ثمن کی شادی میں ایسے ہی سلیمان نے زارا سے پوچھ لیا کہ یہ لڑکی کون ہے وہ جانے کیا بھی کہ اسی وقت رعنا بھی رنگ آمیزی کے ساتھ بتایا، وہ بھی کھٹک گئی کہ دال میں کچھ کالا ہے پھر ان کے خیال میں سلیمان کی پسند بری نہیں تھی۔ ثمن کی شادی کے دوران وہ ڈھکے چھپے انداز میں سلیمان کو چھیڑتی رہی جنہیں اپنی بہن کی عادت کا پتہ

سے اس نے خوب انجوائے کیا۔

ہوتے ہوتے یہ بات ثومیہ بیگم کے کان تک پہنچی، اب وہ سنجیدگی سے بیٹے کی شادی کے بارے میں سوچ رہی تھیں، انہوں نے شوہر سے ذکر کیا تو انہوں نے بال ان کے کورٹ میں ڈال دی، شجاع بڑا بیٹا جو کہ ڈاکٹر تھا وہ بھی سلیمان کی پسند کے حق میں تھا، اس کو خبر ہی نہیں تھی کہ بالا ہی بالا تمام ووٹ حریم کے حق میں ہیں۔

پھپھو کے گھر سے واپس آ کر انہوں نے یہ خوشخبری سلیمان کو سنائی تو نہ سمجھ آنے والے انداز میں وہ انہیں دیکھنے لگا۔

"کیوں خوشی سے بت بن گئے ہو۔" رخشا نے چھیڑا۔

"میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔"

"سمجھ جاؤ گے بہت جلدی۔" رخشا نے شریر نگاہوں سے اسے دیکھا تو وہ جھنجھلا کر مما کے پاس چلا آیا۔

"بھابھی کیا کہہ رہی ہیں مما؟" اس نے صاف بات کر دی، ثومیہ بیگم نے غور سے اس کا چہرہ دیکھا۔

"ہاں میں آج تمہاری پھپھو کی طرف گئی تھی، اس بچی حریم کے بارے میں بات کرنے جو رحمت بھائی کی بیٹی ہے۔"

"سلیمان مجھے حریم بہت اچھی لگی ہے، آج کل کی لڑکیوں والی طراری نہیں ہے اس میں نہ فضول شوخی اور شرارت، تمہاری پسند واقعی بہت اچھی ہے۔" آخر میں انہوں نے شرارت سے سلیمان کو گھورا تو وہ تپ ہی اٹھا۔

"میری پسند؟ کیا ہو گیا ہے آپ کو، بھابھی بھی کچھ ایسی ہی باتیں کر رہی ہیں، میری پسند کب سے ہو گئی ہے مجھے پتہ بھی نہیں کہ لڑکی کون ہے۔" وہ واقعی تپ کر بول رہا تھا اب کہ حیران ہونے کی باری ثومیہ کی تھی، انہوں نے آواز دے کر رخشا کو بلوایا۔

"سلیمان کہہ رہا ہے کہ مجھے تو پتہ ہی نہیں کہ کون سی لڑکی ہے۔" وہ پریشان سی لگ رہی تھیں۔

"مجھے تو زارا نے بتایا تھا کہ سلیمان اپنی کزن حریم میں انٹرسٹ لے رہا ہے۔" ثومیہ کے پوچھنے پہ اس نے سب بتا دیا، اب سلیمان سر پکڑے بیٹھا تھا۔

"مجھ سے آپ لوگ پوچھ تو لیتے ڈائریکٹ پھپھو کے گھر پہنچ گئے آپ لوگ، ذرا سی بات کا افسانہ بنا دیا حد ہوتی ہے حماقت کی، آپ منع کر دیں پھپھو کو۔" سلیمان کا انداز دو ٹوک اور بے لچک تھا۔

ثومیہ نے ایک ہفتے بعد عالیہ کی طرف چکر لگایا، درمیان میں بچوں کی مصروفیات آڑے آ گئی چاہنے کے باوجود بھی وہ نہ آ سکی، اب تو شرمندگی سے نند کو بتا رہی تھیں کہ سب ایک غلط فہمی کی وجہ سے ہوا ہے ورنہ اس نے تو حریم کو غور سے دیکھا تک نہیں ہے۔" انہوں نے پوری بات عالیہ کو بتا دی، اب وہ پریشان تھیں کیونکہ اس نے رحمت گیلانی سے ذکر کیا تھا کہ ثومیہ بھابھی بیٹے سلیمان کے لئے حریم کو مانگ رہی ہیں، اور عدنان کی شادی میں وہ انہیں پسند آئی ہے سلیمان نے خود اپنی پسند کا اظہار کیا ہے۔ وہ بے حد خوش ہوئے کیونکہ سلیمان انہیں دل سے پسند تھا، بہت سے والدین کی نظر میں اس جیسا سلجھا ہوا نوجوان تھا، فیملی بھی اچھی اور دیکھی بھالی تھی عالیہ کا بھتیجا تھا کسی دھوکے کا امکان ہی نہ تھا عامر یا عدنان میں سے کسی نے چچا کی بیٹی سے شادی کرنا پسند نہیں کیا تو کیا ہوا سلیمان کے ذریعے ان کی یہ خواہش پوری ہو رہی تھی، انور گیلانی نے پہلے جو داماد چنے تھے ان میں کوئی بھی انہیں پسند نہیں تھا، لیکن حماد نے ناپسندیدگی ظاہر نہیں کی اگر انور کہہ دیتے

آپ نے کون سا میری کسی بیٹی کو بہو بنا لیا ہے تو وہ پھر کیا جواب دیتے، حالانکہ اپنی طرف سے انہوں نے پوری کوشش کی تھی۔

اب عالیہ نے سلیمان والی خوشخبری سنائی تو انہوں نے اسی وقت انور کو فون کیا، اسے تو بات نہ ہو سکی مگر آمنہ کو انہوں نے بتا دیا۔

آمنہ کو ان پہ پورا اعتماد تھا، رحمت گیلانی کا رویہ ان کے ساتھ بڑے بھائی والا تھا اب جو انہوں نے حریم کے لئے رشتہ بتایا تو انہیں یقین تھا کہ جو لڑکا انہوں نے پسند کیا ہے وہ اچھا ہی ہو گا، پہلی بار اتنے دنوں کے بعد انہوں نے خود کو پرسکون محسوس کیا ورنہ جب سے صبا کی بات طے ہوئی وہ بستر سے ہی لگ کے رہ گئی تھی۔

"رحمت بھائی آپ کب آ رہے ہیں ان لوگوں کو۔" وہ اتنی عجلت میں تھی جیسے ذرا سی دیر ہوئی تو جانے کیا ہو جائے گا۔

اصل میں وہ انور گیلانی کے آمرانہ فیصلوں سے ڈر گئی تھی، بیٹے کی فرمانبرداری اور بیٹی کی ناکام ازدواجی زندگی ان سے چھپی نہیں تھی، اب صبا کے لئے اس نے جو بڑی عمر کے چوہدری رانجھے کو چنا تھا اس پہ وہ احتجاج بھی نہ کر پائی تھی، اگر قسمت سے حریم کے لئے کوئی اچھا رشتہ آیا تھا تو وہ اسے ہاتھ سے کھونا نہیں چاہتی تھی، اسے یقین تھا کہ انور گیلانی رحمت بھائی کو انکار نہیں کر سکیں گے، سلیمان کے والدین اور فیملی کو وہ خود بھی جانتے تھے اور انکار کرنے کی کوئی وجہ بھی نہیں تھی، اس بات پہ وہ مطمئن تھی، رحمت بھائی نے جلد ہی آنے کو کہا تھا۔

یہ سب باتیں عالیہ کے سامنے ہی تو ہوئی تھیں، اب ثومیہ بھابھی کے سامنے وہ متفکر سی بیٹھی تھی۔

"میں رحمت کو کیا جواب دوں گی وہ تو آمنہ بھابھی اور انور بھائی سے بھی کہہ چکے ہیں اب وہ لوگ آپ کا انتظار کر رہے ہیں کہ کب باقاعدہ طور پہ آ کے رشتہ ڈالیں گے۔"

"یہ تو بہت برا ہوا ہے خیر میں کچھ کرتی ہوں۔" ثومیہ نے دلاسہ دیا۔

"بھابھی حریم بہت اچھی لڑکی ہے، رحمت کو اپنے بھائی کی چاروں بیٹیاں بہت پسند ہیں اگر عامر یا عدنان میں سے کوئی مان جاتا تو آج کوئی نہ کوئی ہماری بہو ہوتی لیکن دونوں نے انکار کر دیا کہ انور چچا نے سختیوں میں اپنی اولاد کی پرورش کی ہے اور بے جا روک ٹوک اور پابندیوں نے ان کی اصل شخصیت کو مسخ کر دیا ہے وہ اعتماد سے عاری ہوتی ڈرپوک سی لڑکی سے شادی نہیں کر سکتے، یہی وجہ بھی انکار کی، ورنہ فری اور سیما بھی پسند تھیں، مگر یہ بھی نئی نسل کی تو آپ جانتی ہیں اپنے فیصلے خود کرتی ہے پھر میں اور رحمت بھی اولاد پہ اپنی مرضی ٹھونسنے کے قائل نہیں ہیں۔"

"مگر اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ حریم بہت ہی اچھی لڑکی ہے شادی میں آپ نے خود اسے دیکھا ہے، عادات و اطوار چال ڈھال ہر بات چیت میں کوئی بھی عامیانہ پن نہیں ہے نہ آج کل کی لڑکیوں والی بے جا شوخی و شرارت ہے، آپ اچھی طرح سے سوچ لیں بات رحمت سے حریم کی فیملی تک پہنچ گئی ہے، میری پوزیشن آپ کے سامنے ہے، اگر اب اس مرحلے پہ کوئی ایسی ویسی بات ہوئی تو رحمت جانے میرے اور آپ کے بارے میں کیا سوچیں؟" عالیہ اس کے آگے سوچوں کے بہت سے در وا کر رہی تھی۔

"پھر سوچئے بھابھی جان یہ نیکی کا کام ہو گا، آمنہ بھابھی تو ابھی سے اتنا خوش ہیں۔" وہ محسوس انداز میں ثومیہ کو جذباتی بلیک میل کر رہی تھی، ورنہ حقیقتاً دل میں وہ بہت پریشان تھی۔

اس انکار سے رحمت کیا سوچے گا؟ یقیناً اس کے بھائی اور بھابھی کے بارے میں اس کی سوچ پہلے کی طرح نہیں رہے گی، وہ دل سے دعا کر رہی تھی کہ بات بن جائے اور سلیمان مان جائے، ثومیہ

اسے تسلی دے کر گھر چلی گئی۔

ایک ہفتے بعد صبا کی شادی تھی، مگر گھر میں وہ خوشی ہنگامہ وہ ہلا گلا نظر نہیں آ رہا تھا جو شادی والے گھر کا خاصہ ہوتا ہے چوہدری ریاض نے کہا تھا کہ وہ سادگی سے بارات لائے گا اور اس کی طرف سے آٹھ دس لوگ ہی ہوں گے، مگر انور گیلانی نے خاص خاص سب دوست احباب کو دعوت نامہ پہنچا دیا تھا، اپنی دانست میں انہوں نے بہت امیر اور بارسوخ داماد کو چنا تھا اور یہی چیز وہ اپنے جاننے والوں کو دکھا کر جلانا چاہتے تھے، چنانچہ یہی وجہ تھی کہ انہوں نے چوہدری ریاض کے دیے گئے پیسوں سے بڑھ چڑھ کر انتظام کیے تھے۔

ثومیہ نے سعید صاحب کو بھی ہمنوا بنا لیا تھا۔

"آخر کہیں نہ کہیں ہم نے سلیمان کی شادی کرنی ہی ہے تو کیوں نہ حریم سے ہی ہو جائے، جو فتنہ بھی زارا نے ہم سب کے دل میں ڈالی اسے ہم ایک خوبصورت بندھن میں بھی تو بدل سکتے ہیں۔" سلیمان بھی پاس بیٹھا سن رہا تھا۔

"بہرحال ان محترمہ حریم صاحبہ کو میں نے اس نظر سے نہیں دیکھا اس نظر سے تو کیا میں نے غور سے بھی نہیں دیکھا اور آپ ہیں کہ اتنا بڑا فیصلہ کرنے چلے ہیں۔" اس نے شاکی نظروں سے ممّا کو دیکھا۔

"تو اب دیکھ لینا غور سے بھی اور اس نظر سے بھی، حریم کی بڑی بہن کی شادی ہے اسی ہفتے، ہمیں بھی انوائیٹ کیا گیا ہے تم اچھی طرح اپنا اطمینان کر لینا۔" ثومیہ نے قصداً سلیمان کو چھیڑا مگر وہ کسی گہری سوچ میں گم تھا۔

"ہاں سلیمان تمہاری مما ٹھیک کہہ رہی ہیں تم خود چلنا ہمارے ساتھ اور لڑکی دیکھ لینا ساتھ ان کے ماحول اور عادات کا بھی اندازہ ہو جائے گا ہمیں۔"

"ٹھیک ہے پاپا۔" اس نے جان چھڑانے کو کہہ دیا۔

"عالیہ کا فون آیا تھا کہ مایوں پہ ان کی آنا۔" ثومیہ نے سعید کو یاد دہانی کروائی۔

"سلیمان اور رعنا کو لے جانا میں بارات پہ جاؤں گا۔" انہوں نے اپنا فیصلہ سنایا۔

"پاپا کیا مجھے اپنا فیصلہ سنانے کی آزادی دیں گے آپ۔" سلیمان نے سوال کر کے ماحول سنجیدہ بنا دیا۔

"تمہیں فیصلہ کرنے کی پوری آزادی ہو گی لیکن ایک بات ذہن میں رکھنا میری اپنی تو کوئی بیٹی نہیں ہے لیکن میں بیٹیوں کے والدین کے احساسات سمجھتا ہوں، تم صرف کسی کی بیٹی کو اس وجہ سے رجیکٹ کر دو کہ وہ سمجھتے تھے ماحول پہ بھی پوری ہے اور تمہارے ساتھ بہت قدم [illegible] اچھی طرح دیکھ لو سوچ لو پھر مجھے اپنا فیصلہ بتا دو مجھے اعتراض نہیں ہو گا کیونکہ تم میری اولاد ہو اور شجاع کی طرح میں تمہارے ساتھ بھی زبردستی نہیں کروں گا، تمہاری پسند کو اولیت دوں گا۔"

"ٹھیک ہے سوچ لیا پاپا آپ نے پچھلی میری پریشانی دور کر دی ہے۔" وہ مارے خوشی کے پاپا سے لپٹ گیا، ثومیہ بھی مسکرا دی، ایک بڑی پریشانی ختم ہوئی تھی۔

پرسوں صبا کو مایوں بٹھایا جا رہا تھا، سلیمان نے بھی ساتھ جانا تھا انہیں سو فیصد یقین تھا کہ سلیمان ان کا مان نہیں توڑے گا۔

رعنا بھی مشتاق نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھ رہی تھی، کافی سارے لوگ جمع تھے، بالآخر ان کا گوہر مقصود نظر آ ہی گیا، وہ تیر کی طرح اڑ کر اس کے پاس پہنچیں، حریم صبا کے پاس کھڑی

تھی۔

"کیسی ہو حریم، میں کافی دیر سے تمہیں تلاش کر رہی تھی۔" ان کا اشتیاق اور پر خلوص رویہ نظر انداز کیے جانے کے قابل نہیں تھا، نا چار اس نے بھی خیر خیریت پوچھی، اس نے ظاہری مسکراہٹ ہونٹوں پہ سجائی ہوئی تھی، اتنے میں زارا اور سحر بھی ادھر آ گئیں، ادھر ادھر کی باتیں شروع ہوئیں، حریم معذرت کر کے کسی کام سے اندر چلی گئی، سلیمان کی نظریں اس کی طرف اٹھیں۔

"دیکھنے میں تو محترمہ اچھی خاصی ہیں مگر بد اخلاق ہیں۔" اس کا گزشتہ رویہ یاد کر کے سلیمان کے ہونٹوں پہ مسکراہٹ آ گئی، ثومیہ بھی بڑی محبت سے گلے لگ کر حریم سے ملی تھی جس پہ شرارتی زارا کی کھانسی رکنے کا نام نہیں لے رہی تھی، اب سلیمان بھی نہ صرف ان کے شرارتی فقروں کا جواب دے رہا تھا بلکہ اس صورت حال کو انجوائے بھی کر رہا تھا۔

صبا پارلر سے تیار ہو کر آ گئی تھی، مہمان آنا شروع ہو گئے تھے، حریم اپنے کمرے میں لے آئی، فری مہمانوں کے ساتھ آ گئی تھی۔

"تم اس شادی سے انکار کر دو۔" حریم بہت پریشان اور مضطرب لگ رہی تھی۔

"کیسے انکار کر دوں۔" جواباً صبا پھیکی سی مسکراہٹ سمیت بولی تو وہ تن کے کر مڑی۔

"جیسے اور لڑکیاں کرتی ہیں، ہمارے مذہب نے ہمیں یہ حق دیا ہے، کل تایا رحمت اور امی کی باتیں میں نے سنی ہیں وہ اس رشتے پہ مطمئن نہیں ہیں۔" چوہدری ریاض کے بارے میں کچھ باتیں انہوں نے سنی ہیں وہی وہ امی کے ساتھ شیئر کر رہے تھے۔

"میں نہیں چاہتی کہ منزہ آپی جیسا حال ہو۔" شدت جذب سے اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔

"میں انکار نہیں کر سکتی حریم۔"

"کیوں؟" وہ چیخ ہی تو پڑی۔

"کیونکہ اتنے عرصے بعد ابو نے مجھے بیٹی کہہ کر سینے سے لگایا ہے، میری برسوں کی محرومیوں کا مداوا ہو گیا ہے وہ مجھے آگ میں کودنے کو بولیں تو میں ناں نہیں کروں گی ابو کی اس محبت کے بدلے میری جان بھی قربان ہے، تم میری اس بے اندازہ خوشی کا احساس تک نہیں کر سکتی جو ابو نے بیٹی کہہ کر مجھے دیا ہے، انہوں نے مجھے سینے سے لگایا، ان کی گود میں سر رکھ کر میں برسوں کے دکھ بھول گئی ہوں، بھلا میں کیسے انکار کر دوں میں نہیں کر سکتی اور تم بھی اس طرح کی بات نہ کرو کسی نے سن لی تو قیامت آ جائے گی۔" صبا الٹا اسے سمجھانے لگی۔

"ہونہہ اور قیامت کیا آنے گی جو آنی تھی آ گئی ہے میں تمہاری جگہ ہوتی تو گھر سے بھاگ جاتی۔" وہ اپنی باتوں میں اتنی مگن تھی کہ دروازہ کھول کر اندر داخل ہوتے انور گیلانی کے آنے کی بھی خبر بھی نہ ہو سکی اسے، صبا کا چہرا اچانک ہی جیسے پیلا پڑ گیا، انور گیلانی ان کے پاس کھڑے تھے۔

"صبا کو باہر لے آؤ مہمان آ گئے ہیں۔" ان کا لہجہ و آواز نارمل ہی تھا، شاید انہوں نے حریم کی باتیں نہیں سنی تھی ورنہ اتنے سکون میں نہ ہوتے، صبا نے شکر کا سانس لیا، حریم بھی متفکر لگ رہی تھی۔

صبا کی رخصتی کے نام حریم بھوں دھاڑ روئی، اتنی زیادہ کہ منزہ کو دورہ سا پڑ گیا اسے سنبھالنا مشکل ہو رہا تھا، اپنے سارے لوگ تھے منزہ چیخ چیخ کر رو رہی تھی اور جانے کیا کچھ بول رہی تھی۔

اتفاق سے شجاع بھی آیا تھا آخر تھا وہ گھر کی نزاکت کو سمجھ رہا تھا، اس نے منزہ کو اندر لے جانے کو کہا، تین چار خواتین نے بمشکل تمام تا

کر کے اندر پہنچایا۔

ادھر باہر حریم صبا سے لپٹی رو رہی تھی، انور گیلانی نے زبردستی اسے صبا سے الگ کیا، ان کی گرفت میں غصہ تھا۔

''تم اندر چلو تماشا مت بناؤ، صبا رخصت ہو کر جا رہی ہے کوئی جنازہ نہیں جا رہا اس کا۔'' انہوں نے وہ سب اتنی آہستہ آواز میں کہا کہ حریم کے علاوہ کوئی اور سن بھی نہ سکا، انور گیلانی کے لفظ لفظ سے بے حسی ٹپک رہی تھی۔

نظر رو رہی ہے سفر تھک گیا
ڈبوتے ڈبوتے بھنور تھک گیا
حوادث سے پہلے خبر تھک گئی
قیامت سے پہلے نگر تھک گیا
ثمر کو بچانے تک جھلسے کی شاخ
ہوا تھک گئی ہے شجر تھک گیا
مبارک ہو تمہیں حوصلے کی شکست
میرا صبر سارا ادھر تھک گیا
اندھیروں سے پہلے ہوا گل چراغ
اجالوں سے پہلے سفر تھک گیا
درازے مجھے روشنی کی صدا
مری ہر دعا کا اثر تھک گیا

چوہدری ریاض نے ولیمہ گھر پہ ہی کیا تھا اور مہمانوں کے نام پہ کل پانچ افراد تھے اس کے گھر، ادھر سے انور گیلانی سمیت ان کے دونوں بھائی ہی گئے تھے، شادی میں بارات کے ساتھ بھی چوہدری ریاض کی طرف سے کل نو افراد آئے تھے اور آج بھی کچھ ایسا ہی حال تھا، رحمت اور فاروق دونوں بھائی کچھ متفکر تھے جانے اس میں کیا راز تھا۔

فری آج نہیں آئی تھی کل صبا کی رخصتی کے بعد وہ گھر چلی گئی تھی، صرف حریم آئی تھی، منزہ گھر پہ تھی، انور گیلانی نے اسے ساتھ لے جانے سے منع کر دیا تھا، کل منزہ کو سب کے سامنے جو دورہ

چڑا تھا اس کی وجہ سے وہ اپنی ہتک خیال کر رہے تھے، تب ہی تو آج وہ اسے کمرے میں بند کر کے باہر سے لاک کر آئے تھے، اندر سے وہ چیختی رہ گئی۔

''میری جان بھی نہیں چھوڑتی ہیں یہ، پاگل تنگ آ گیا ہوں میں، کسی دن آئے ان کی طرف آ جائے، چاروں اسی کی جان چھوڑ دیں میری۔'' وہ وحشت ناک کرتے ہوئے با آواز بلند دل کا زہر دیگر باتوں میں انڈیل رہے تھے، آمنہ سن کر بھی انجان بنی ہوئی تھی اور حریم کا چہرہ دھواں دھواں ہو رہا تھا۔

کہکشاں در کہکشاں ہے اک ستارے کی تلاش
گمشدہ سے راستوں پر اک ستارے کی تلاش
منزلوں کی کھائی ہیں زندگی کی وسعتیں
ساحلوں کو ڈھونڈتی ہے کچھ کنارے کی تلاش

فری کچن میں مصروف تھی، اس کی نند آئی ہوئی تھی، یاسر کل اور نور بانو بھی باتیں کر رہے تھے، موضوع گفتگو صبا کی شادی اور اس کو دیا جانے والا قیمتی جہیز تھا، اسے سنانے کے لئے وہ لوگ اونچا اونچا بول رہے تھے، خاص طور پہ یاسر اور اس کی ساس مکمل ساس کا رول ادا کر رہی تھی۔

''دیکھا کتنا زیادہ جہیز دیا ہے اور ایک ایک چیز پہ ہیرا اور قیمتی، شادی میں ایک اور عورت بتا رہی تھی کہ جو جوڑا دلہن نے پہنا ہے وہ بھی باپ کے گھر کا ہے اور کسی طرح بھی دو لاکھ سے بھی کم کا نہیں ہے۔''

''ہم تو دیکھتے ہی مارے گئے تھے کہ۔'' ہماری بہو انور صاحب کی سوتیلی بیٹی ہے، اس کو جہیز بس سو سوٹ جیسے بس فرض ادا کیا ہو یا سر سے اتارا ہو، میں بھی کتنی پاگل تھی اپنے ہیرے جیسے بیٹے کو آگ میں جھونک دیا کیا پتہ تھا کہ ایسا ہو گا؟ میں سوچتی ہوں دونوں انور صاحب کی بیٹیاں

ہیں مگر اتنا فرق کیوں؟ ایک کو اتنا کچھ دیا اور دوسری کو ٹرخا دیا، مجھے تو دال میں کچھ کالا لگتا ہے ورنہ دو سگی بیٹیوں کے ساتھ اتنا مختلف سلوک اور دینے دلانے میں اتنا فرق، ضرور کوئی چکر ہے۔'' اس کی ساس نے ایک نیا ہی شوشہ چھوڑا تو یاسر بھی متوجہ ہو گیا، کھانا بن چکا تھا، وہ تینوں کو بلانے آئی تو نور بانو نے ہاتھ پکڑ کر ادھر ہی بٹھا لیا۔

''فری سچ بتانا انور صاحب نے تمہیں اتنا کم اور گھٹیا جہیز کیوں دیا ہے، ہم ایسے بھی گئے گزرے نہیں ہیں۔'' ہزار بار کا دہرایا سوال آج پھر انہوں نے کیا تو فری کو رونا آ گیا، انہیں حقیقت بتا کر وہ باپ کی بنی بنائی عزت اور ساکھ کو خاک میں نہیں ملانا چاہتی تھی، وہ کس منہ سے بتاتی کہ شادی کا جوڑا ان کے گھر کا نہیں ہے بلکہ چوہدری ریاض کے دیئے گئے پیسوں سے خریدا گیا ہے اور جس قیمتی جہیز نے ان کے سینے میں آگ لگائی ہوئی ہے وہ بھی ابو نے اپنے پیسوں سے نہیں خریدا ہے بلکہ چوہدری ریاض کی مہربانی ہے، صبا کی شادی پہ ان کی جیب سے ایک پیسہ بھی نہیں خرچ ہوا تھا اور بے پناہ فائدہ بھی حاصل ہوا تھا، تب ہی تو گھر والوں کے ساتھ ان کا رویہ اچھا تھا، ورنہ اسے پتہ تو وہ انگارے چباتے رہتے، صبا قسمت کی دھنی نکلی تھی، ان کی چاروں بیٹیوں میں سے سب سے زیادہ کام کی بیٹی، اس کی وجہ سے آج وہ دوبارہ اپنے کاروبار کو جمانے میں کامیاب ہوئے تھے، اپنا کھویا ہوا مقام حاصل کیا اور ساکھ بھی بنائی، اگر وہ یہ سب بتا دیتی تو یقیناً نور بانو انور گیلانی کو آڑے ہاتھوں لیتی اور اسے بیٹی کا تاجر قرار دیتی، اس نے کہا تو اتنا کہ

''اس وقت ابو کا کاروبار خسارے میں جا رہا تھا، بہت سارے قرضے واجب الادا تھے کہاں سے وہ اعلیٰ اور قیمتی جہیز کا انتظام کرتے۔''

''اب تو بزنس بڑھ رہا ہے لگے ہاتھوں تم بھی اپنے حصے کا مطالبہ کر دو کیونکہ یاسر بھی اپنا کاروبار کرنے کی سوچ رہا ہے نوکری میں کچھ نہیں رکھا ہے، کل کو بچے ہوں گے تو سو ضرورتیں اور خرچے ہوں گے، نوکری میں کہاں سے پورا ہو گا، اب اپنے ابو کو ہی دیکھ لو، اپنا کاروبار ہے تو کسی کی محتاجی نہیں ہے اور کتنے ٹھاٹ باٹ ہیں، ہر کوئی جھک کر ملتا ہے، میں تمہارے بھلے کو ہی کہہ رہی ہوں، ویسے بھی تمہیں جو پیسہ ملے گا تمہارا ہی ہو گا، ہمیں کوئی لالچ نہیں ہے، تم جاؤ اور اپنا حصہ مانگو تاکہ یاسر بھی کچھ کرے۔'' نور بانو کا انداز قطعی اور دو ٹوک تھا، فری کی بھوک ہی ختم ہو گئی تھی۔

حسب توقع سنتے ہی انور گیلانی آگ بگولا ہو گئے۔

''میرے پاس ایک پیسہ نہیں ہے اور تم اپنے شوہر کی حمایتی بن کر یہاں چلی آئی خوب سمجھتا ہوں میں تمہاری لالچی فطرت کو، ایک ٹکہ نہیں ہے میرے پاس، جو تھا تمہاری شادی میں دے دیا، اب میرے پاس دینے کے لئے کچھ نہیں ہے، واپس چلی جاؤ اور اس نیت سے آئندہ میرے گھر قدم نہ رکھنا، میں تنگ آ گیا ہوں تم لوگوں سے، بوجھ ہو بوجھ میرے سر پہ رکھا ہوا، شادی کے بعد بھی جان نہیں چھوڑ رہی ہو، میں شکل تک نہیں دیکھنا چاہتا تمہاری، تمہیں دینے کے لئے میرے پاس کوئی دولت اور جائیداد نہیں ہے، اتنے عرصہ تمہیں کھلایا پہنایا اب اور کیا مانگ رہی ہو بولو؟'' فری کا سر جھکا ہوا تھا اس کے پاس بولنے کے لئے ایک لفظ نہیں تھا، نہ ہی وہ کہنا چاہتی تھی کہ۔

''ابو آپ غلط سمجھ رہے ہیں، میں اپنی مرضی اور خوشی سے نہیں آئی ہوں اور نہ کوئی لالچ ہے میرے دل میں، یاسر کے دن رات کے مطالبوں سے تنگ آ کر میں آئی ہوں ورنہ اس نیت سے میرا آنے کو دل بھی نہیں کرتا۔'' مگر سدا کی ڈرپوک اور انور گیلانی سے خائف فری چپ چاپ

ہی نہ سکی۔

''یقیناً تم نے میرے کاروبار پہ نظر لگائی ہو گی مگر وہ میرے دونوں بیٹوں کا ہے، اس کی امید نہ رکھنا، تم تینوں بہنوں کو میں شادی کے موقعے پہ جو دینا تھا دے چکا ہوں۔'' ان کے انداز میں کاٹ تھی تلوار کی سی، فری کے آنسو اندر ہی اندر خشک ہو گئے، واپسی پہ اس کی شکل دیکھ کر ہی نور بانو بھانپ گئی کہ کیا جواب ملا ہو گا پھر بھی انہیں خوش فہمی سی تھی کہ شاید ایسا نہ ہو جیسا وہ سوچ رہی ہیں، تب ہی تو انہوں نے فوراً سوال داغ دیا۔

''کیا کہا انور صاحب نے؟'' وہ چند سیکنڈ بے بسی سے انہیں دیکھتی رہ گئی جسے سمجھ نہ آ رہا ہو کہ کیا کہے۔

''ابو کے پاس فی الحال کوئی رقم نہیں ہے جو تھی صبا کی شادی پہ دینے دلانے میں کام آ گئی۔'' اس کی نظریں زمین میں پیوست تھیں، آنکھ سے آنکھ ملا کر جھوٹ بولنے کی ہمت نہیں تھی اس میں، مگر سامنے نور بانو اور یاسر تھے، اس کے جھوٹ کو فوراً پکڑ لیا۔

''مجھے پہلے ہی پتہ تھا کہ تمہارے باپ نے کیا کہا ہو گا۔'' اب وہ انور صاحب کی جگہ اس کا باپ ہو چکا تھا، نور بانو نے لہجے میں جو مصنوعی احترام سمویا تھا یکدم ختم کر دیا۔

''یاسر یہاں سے تمہیں کچھ نہیں ملنے والا اور شادی کو سال آنے آیا ہے، ابھی تک کسی خوش خبری کے آثار نہیں ہیں ہمارے خاندان میں شادی کے پہلے سال ہی لڑکی ماں بن جاتی ہے اور بچے بچی گود میں ہوتا ہے مگر اس بنجر دھرتی سے کوئی امید نہیں ہے مجھے۔'' انہوں نے اب بڑے آرام سے اسے بانجھ قرار دے دیا تھا، نور بانو کے دل میں جو آیا بولتی گئی، یاسر اٹھ کر باہر چلا گیا، اس کی کزن کی کال تھی وہی کزن جسے وہ چاہتا تھا۔

اگر انور گیلانی سے اس کی اتفاقی ملاقات نہ ہوتی تو آج اس کی کزن ہی فری کی جگہ ہوتی، اب تو وہ بھی پچھتا رہا تھا کہ ناحق لالچ میں اپنی چاہت کو دھوکہ دیا، فری کے مقابلے میں وہ زندگی کی حرارتوں سے بھرپور اور منور تھی، وہ ابھی تک اس کے انتظار میں تھی، یاسر کے سوا اس نے کسی سے بھی شادی نہ کرنے کا عہد کر رکھا تھا اور ابھی تک اس عہد پہ قائم تھی، یاسر کا دل کیسے نہ موم ہوتا، پھر فری میں تھا ہی کیا، ٹھنڈی بے حس نہ ہی اسے کوئی فائدہ حاصل ہوا تھا، وہ اب بیوی سے جان چھڑانے کی سوچ رہا تھا، نور بانو کی باتوں نے نئی راہ دکھائی تھی اب تک فری کی گود خالی تھی، نور بانو نے تو کہہ دیا تھا کہ دو لفظ کہہ کر فارغ کر دو، مگر اس میں بھی قباحت تھی اور وہ قباحت فری کا بھاری حق مہر تھا، جو طلاق کی صورت میں اسے لازمی دینا پڑتا اور یہ وہ کسی صورت نہیں کر سکتا تھا، اگر حق مہر اسے دیتا تو وہ خود کوڑی کوڑی کو محتاج ہو جاتا۔

انور گیلانی نے شادی کے موقعے پہ اتنے بھاری حق مہر لکھوایا تھا، اس وقت اس نے خوشی خوشی آمادگی دی تھی، اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ کبھی ایسی صورت حال سے بھی واسطہ پڑے گا ورنہ وہ کبھی اتنا حق مہر نہ لکھواتا۔

دوسری صورت خلع کی تھی مگر حالات بتا رہے تھے کہ فری کبھی یوں نہیں کرے گی اس ایک سال کے دوران اس کے ساتھ جو کچھ ہوا تھا اگر کسی اور کے ساتھ ہوتا تو وہ سب کچھ چھوڑ کر بھاگ چکی ہوتی۔

مگر ان سب سختیوں کے باوجود فری کو یہ سہارا غنیمت لگتا، اسے پتہ تھا باپ کے گھر میں اس کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے اس کے مقابلے میں اسے یہ تنگی اور جبر منظور تھا، تب ہی تو نور بانو کی کڑوا روبیہ وہ برداشت کیے جاتی۔

اب تو اس مٹی کے مادھو سے وہ ہاں بیٹا بھی چڑنے لگے تھے کچھ بھی کہو اس پہ اثر ہی نہ تھا۔

اگر انور گیلانی کچھ دے دلا دیتا تو شاید فری کو طلاق دے کر وہ برداشت کر ہی لیتا مگر اب تو کچھ ایسی امید ہی نہیں تھی، فری کا چہرہ بھی بتا رہا تھا کہ ادھر سے صاف جواب مل گیا ہے ورنہ وہ اتنی مایوس اور اداس نہ ہوتی۔

شجاع آج کلینک سے جلدی آ گیا تھا، شجاع سعید شیرازی کا سب سے بڑا بیٹا تھا اس کے بعد سلیمان تھا جو انجینئرنگ کرنے کے بعد ایک ملٹی نیشنل فرم میں بہت اچھے عہدے پہ کام کر رہا تھا، سعید اور ثومیہ کی کل کائنات وہی دو بیٹے تھے، شجاع ڈاکٹر تھا، ڈیڑھ سال پہلے انہوں نے رعنا سے اس کی شادی کی تھی، اب ان کا چھوٹا سا بیٹا تھا جو ان سب کی آنکھوں کا تارا تھا۔

سب ہنس بول رہے تھے تب ہی سعید شیرازی نے سلیمان کو چھیڑ لیا۔

''ہاں تو جناب آپ نے ابھی تک ہمیں اپنے جواب سے آگاہ نہیں کیا۔''

''کس جواب سے۔'' وہ صاف انجان بن گیا، حالانکہ سمجھ تو وہ گیا تھا مگر جان کر انجان بن گیا۔

''انور گیلانی کی بیٹی کے بارے میں تم نے ابھی تک ہمیں نہیں بتایا ہے کہ آیا تم راضی ہو کہ نہیں۔'' وہ اس کی چال سمجھ گئے تب ہی تو صاف بات کی، اب سب سلیمان کی طرف دیکھ رہے تھے کہ وہ کیا کہتا ہے۔

''آپ جو مناسب سمجھیں وہی کریں میری طرف سے اجازت ہے۔''

''تو گویا تمہاری مرضی اس میں شامل نہیں ہے۔'' شجاع نے بھی گفتگو میں حصہ لیا۔

''ارے میں نے کب ایسا کہا۔'' وہ بوکھلا ہی تو گیا۔

''تو پھر تم راضی ہو، لڑکی پسند ہے تمہیں۔''

شجاع شرارتی نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

''بس چھوڑیں آپ میری پسند، میں نے ممی پاپا کی مرضی کو اولیت دی ہے جو یہ چاہتے ہیں وہی ہو گا، میری خیر ہے مشرقی لڑکا ہوں۔'' شجاع اور رعنا نے بیک وقت کشن اسے دے مارا جوابا اس نے پکڑ لیا۔

''دیکھا میں پہلے ہی کہتی تھی کہ حریم کو ناپسند کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔'' رعنا خوشی سے سرشار تھی۔

''اور میں ابھی نکالتا ہوں تمہاری مشرقیت ہمیں الو بناتے ہو۔'' شجاع نے اس کے گھنے بال آگے سے پکڑ لیے تو وہ اٹھ کر صوفے پہ بیٹھ گیا، اب وہ چاروں مل کر اس کا ریکارڈ لگا رہے تھے آخر میں وہ خود بھی ان کے ساتھ مل گیا۔

''اے خدا میرے گھر کی خوشیوں کو ہمیشہ سلامت رکھنا۔'' ان سب کو ہنستے مسکراتے دیکھ کر ثومیہ نے دل سے دعا کی۔

دروازے پہ دستک ہوئی، سلیمان بیڈ پہ دراز ٹی وی دیکھ رہا تھا۔

''آ جائیں دروازہ کھلا ہے۔'' وہ اٹھ کر بیٹھ گیا، آنے والی رعنا تھی۔

''آیئے بھابھی یہاں بیٹھیں۔'' وہ بیڈ پہ سے سرک گیا اور اس کے لیے جگہ بنائی۔

بہن تو کوئی تھی نہیں وہ بہن والے سارے چاؤ اور لاڈ رعنا سے ہی کرتا تھا، وہ بھی اسے بھائی کی طرح ہی چاہتی۔

''خیریت بھابھی اس ٹائم۔'' اس نے وال کلاک پہ نگاہ دوڑائی عام طور پہ اس وقت رعنا اپنے بیڈ روم میں ہوتی تھی۔

''ہاں خیریت ہی ہے اصل میں مجھے ممانے کہا ہے کہ تمہاری مرضی معلوم کروں، میں مجھ رہی ہوں [illegible]

ہے۔" وہ بہت سنجیدہ لگ رہی تھی۔

"تم پہ کوئی دباؤ نہیں ہے اگر تمہارے دل میں کوئی ایسی بات ہے تو بتا دو ہم سلیقے سے انکار کر دیں گے اور انور انکل کو اپنی انسلٹ بھی فیل نہیں ہوگی۔" سلیمان نے خاموشی سے پوری بات کی۔

"میں نے کسی دباؤ کے تحت ہاں نہیں کی ہے یہ سچ ہے کہ پہلے میں نے حریم کو اس نظر سے نہیں دیکھا تھا مگر بعد میں جب مجھے مما نے کہا کہ اس بارے میں سوچوں تو پھر کچھ میں نے خود کو آمادہ کر لیا ورنہ اسے پہلے میرا کوئی موڈ نہیں تھا کیونکہ رحمت انکل کے گھر میرا پہلا تاثر اس کے ساتھ کوئی ایسا خوشگوار نہیں تھا میں نے بڑے آرام سے اسے بد اخلاق کا ٹائٹل دیا تھا، اس کے بعد پھر اس نے مس بی ہیو کیا تو مجھے غصہ بھی آیا، مگر سچ پوچھیں تو اس کی بد اخلاقی اس کا مضبوط کردار ہے بھلا میں اس کو کیا لگتا تھا جو وہ میرے ساتھ ادب آداب سے بات کرتی اور شادی میں اسے دھواں دھار روتے دیکھ کر میں نے بڑی مشکل سے اپنے اس ارادے سے قابو پایا کہ اسے چپ کراؤں۔" سلیمان کی نگاہوں میں وہ منظر پھر پوری جزئیات سمیت ابھر آیا۔

"تو تم دل سے راضی ہو۔" رعنا نے تائید چاہی۔

"جی بھابھی کیونکہ اس میں وہ سب کچھ ہے جو کوئی بھی لڑکا اپنی شریک حیات کے لیے سوچ سکتا ہے، بلکہ مجھے تو اب وہ اچھی لگنے لگی ہے ایمانداری سے بتا رہا ہوں۔" رعنا اس کے بولنے کے دوران دروازے تک پہنچ چکی تھی، اسے پہلے کہ وہ کچھ سمجھتا رعنا نے یکدم دروازہ پورا کھول دیا، سامنے شجاع کھڑا تھا، وہ ان دونوں کی ساری شرارت بھانپ گیا، شجاع اندر آ چکا تھا اور اب وہ دونوں مل کر اسے ہنسی سے مار رہے تھے۔

"مما پاپا کے سامنے اداکاری کرتے ہو، میں نے بڑی مشکل سے اسے چپ کرانے کے ارادے پہ قابو پایا، اب تو وہ مجھے اچھی لگنے لگی ہے ایمانداری سے بتا رہا ہوں۔" شجاع اسے گدگدی کر رہا تھا۔

"بہن کی شادی پہ اتنا رو رہی تھی اپنی پہ نہ جانے کیا حال ہوگا؟" رعنا بہت دور کی کوڑی لائی تھی۔

"میں نہیں رونے دوں گا اسے۔" سلیمان ڈھٹائی سے بولا تو دونوں نے اسے شرم دلائی۔

"شرم کرو ابھی سے اتنی فکر ہو رہی ہے۔"

"شرم کی کیا بات ہے میرے ہونے والی لائف پارٹنر ہے وہ۔" اس نے بڑی خوبصورتی سے دفاع کیا تو وہ میاں بیوی ایک دوسرے کو دیکھ کر رہ گئے۔

"مما پاپا کا پروگرام ہے کہ جلدی جلدی اور ہلکی پھلکی سی رسم کریں۔" رعنا بولی۔

"بہت نیک خیال ہے۔" سلیمان جھٹ بولا تو شجاع نے اسے مصنوعی غصے سے گھورا جس میں پیار ہی پیار تھا۔

بدن پہ ستارے چپٹے ہوئے
اور جان تمنا کدھر جا رہی ہو
ذرا پاس آؤ کہ چین آ جائے

چوہدری ریاض اپنی بے سری آواز میں رس بھرنے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے گنگنا رہا تھا۔

محبت کی یہ انتہا ہو گئی ہے
مستی میں تم کو خدا کہہ دیا
زمانہ بھی انصاف کرتا رہے
خدا جانے میں نے یہ کیا کہہ دیا

صبا بالوں میں برش کر رہی تھی اور چوہدری ریاض کی نظروں کا محور وہی تھی، شادی کو ایک ماہ ہو چکا تھا اور اس ایک ماہ کے دوران چوہدری ریاض نے ضروری کام کے علاوہ گھر سے باہر کا رخ نہیں کیا تھا۔

نہ جانے کیا بات تھی سرخ سرخ آنکھوں والے اپنے شریک سفر سے اسے خوف ہی آتا، شادی سے پہلے شوہر اور گھر کے بارے میں اس نے خواب تو نہیں بنے تھے مگر یہ بھی نہیں چاہا تھا جو چوہدری ریاض کی نظروں میں سامنے تھا۔

چوہدری مرگ یاراں بیوہ تھی، وہ کم سن اور نادان، اتنے بڑے گھر میں ان دونوں اور دو ملازموں کے سوا کوئی نہیں تھا، پہلے روز سے ہی چوہدری ریاض نے اس پہ اپنا رعب جما لیا تھا، اس ایک ماہ کے دوران صرف ایک بار وہ میکے گئی تھی تب ابو گویا اس کے قدموں میں بچھ بچھ گئے تھے۔

"اب تمہارا شوہر اور تمہارا گھر ہی تمہارے لیے سب کچھ ہے اس میں دل لگاؤ جو تمہارا شوہر کہے وہ فرض جان کر کرو، اسے ناراض نہ کرنا کیونکہ مجھے تم سے بہت ساری امیدیں ہیں۔" گھر آنے سے پہلے وہ تاکید سے یہی سمجھاتے رہے، اس حریم یا امی کے پاس زیادہ دیر بیٹھنے کا موقعہ ہی نہیں ملا اور وہ گھبرائی سی ادھر یہ کمرہ تھا اور چوہدری ریاض تھا اس کی قربت میں اسے عجیب سی وحشت ہوتی اور دم گھٹنے لگتا۔

شادی کے بعد اتنے کم عرصے میں اس کا تر و تازہ چہرا مرجھانے لگا تھا گلابی رنگت میں وہ تازگی اور رونق باقی نہیں رہی تھی آنکھوں کے گرد حلقے پڑ گئے تھے، اس کے پاس زیورات اور قیمتی کپڑوں کا ڈھیر تھا مگر اب پہننے اوڑھنے کو دل ہی نہ چاہتا، اس کے بعد چوہدری اسے امی کے گھر بھی لے کر نہیں گیا اور نہ ہی کوئی اس طرف سے آیا، یہ سب برداشت کرنا کتنا کٹھن تھا کوئی اس کے دل سے پوچھتا، وہ سونے کے پنجرے میں قید ہو گئی تھی جس کی چابی چوہدری ریاض کے پاس تھی، اس کی اجازت کے بغیر وہ اڑ بھی نہیں سکتی تھی۔

اسیر دشت بلا کا نہ ماجرا کہنا
تمام پوچھنے والوں کو بس دعا کہنا
یہ کہنا کہ ہم نے طوفان میں ڈال دی کشتی
قصور اپنا ہے دریا کو کیا برا کہنا

رحمت گیلانی اور عالیہ کو ساتھ لے کر سعید اور ثومیہ انور گیلانی کے گھر آئے تھے رحمت نے کل ہی فون کر کے اندر کو بتایا تھا آنے کا تو وہ منتظر رہی تھیں، آمنہ بہت محبت سے ملیں، وہ بہت خوش تھیں کہ شکر ہے کم حریم کی قسمت تو باقی بہنوں جیسی نہیں تھی، عالیہ کا بھائی اور بھابھی پر خلوص اور سادہ دل لوگ تھے، پڑھے لکھے روشن خیال اور ہمدرد گھرانے کے مالک، آمنہ کی دلی خواہش تھی کہ انور یہ رشتہ قبول کر لیں کیونکہ حریم کو بھی وہ شوہر کی بزنس ڈیل کی بھینٹ نہیں چڑھانا چاہتی تھی۔

رحمت نے ہی سعید اور عالیہ کی آمد کا مدعا بیان کیا، اس وقت انہیں بے پناہ خفت کا سامنا کرنا پڑا جب انور نے چھوٹتے ساتھ ہی کہا کہ۔ "آپ لوگ کب تک شادی کریں گے؟" اس موقعے پہ سعید شیرازی نے ہی بات کو بڑی خوبصورتی سے سنبھالا۔

"جب آپ اشارہ کریں گے ہم بارات لے کر آ جائیں گے۔" رحمت کو بہت غصہ آیا چھوٹے بھائی پہ کہ اس نے تو رسمی طور پہ بھی سوچنے کی مہلت نہیں مانگی اور فوراً شادی کا کہہ دیا جیسے بیٹی کوئی بھاری بوجھ ہو اور وہ سر سے اتارنا چاہتا ہو، سعید اور ثومیہ کی جگہ کوئی اور ہوتا تو جانے کیا سوچتا، رحمت نے کچھ کچھ اپنے بھائی کی عادت اور فطرت کے بارے میں پہلے ہی انہیں بتا دیا تھا، اس لیے بھی انہوں نے کسی منفی سوچ کو دل میں جگہ نہیں دی۔

ان کے دل میں تو یہ بات تھی ہی نہیں کہ

انور صاحب کوئی ایسی بات کریں گے ورنہ وہ انگوٹھی تو لازماً لے آتے۔

آمنہ کے ساتھ حریم چائے لے کر آئی تو ثومیہ گلے لگا کر ملی اور سعید صاحب نے اٹھ کر اس کے سر پہ ہاتھ پھیرا، اس نے ان کی آمد کو عام مہمانوں کی طرح ہی لیا تھا، دوسرے کسی نے ابھی تک کچھ بتایا نہیں تھا۔

وہ کچھ دیر بیٹھنے کے بعد چلی گئی تو گفتگو کا سلسلہ وہیں سے شروع ہوا جہاں سے ٹوٹا تھا۔

"میں حریم کی شادی جلدی کرنا چاہتا ہوں اگر آپ لوگ پہلے آ جاتے تو میں دونوں بیٹیوں کے بوجھ سے اکٹھا ہلکا ہو جاتا۔" رحمت نے اس کی بات پہ پہلو بدلا بے شک ثومیہ اور سعید اس کی بیوی کے بھائی اور بھابی تھے مگر انور کو کچھ تو خیال کرنا چاہیے تھا کتنے آرام سے بوجھ قرار دے دیا بیٹی ذات کو۔

"بھائی صاحب آپ کوئی ڈیٹ رکھ لیں تو منگنی کا فنکشن کر لیتے ہیں آخر ہماری بھی برادری ہے سو ملنے جلنے والے ہیں۔" ثومیہ نے سبھاؤ سے بات کی تو انور کے ماتھے کی لکیریں کچھ اور بھی گہری ہو گئیں۔

"منگنی کا فنکشن خواہ مخواہ کا خرچا اور وقت کا ضیاع ہے میں تو کہتا ہوں کہ آپ جلدی بارات لے آئیں۔" ان کی سوئی ایک اسی بات پہ اٹک گئی تھی۔

ثومیہ اور سعید تو چلے گئے مگر رحمت اور عالیہ ابھی تک ادھر ہی تھے۔

"انور یہ تم نے آج کس طرح بات کی ہے یہ لوگ پہلی بار آئے تھے، بیٹی کا رشتہ طے کرنے کا ایک طریقہ ہوتا ہے تم نے تو حد کر دی ہے اپنے منہ سے اتنی بیقراری کہ کب بارات لائیں گے۔ بیٹیاں اتنی ارزاں نہیں ہوتیں، خوب سوچ سمجھ کر فیصلہ کرو۔" بھائی کی بات کا انور نے کوئی جواب نہیں دیا، وہ کچھ اور ہی سوچ رہا تھا، صبا کی رخصتی کے دن انہوں نے حریم کی باتیں سن لی تھیں، اس وقت مصلحت کے تحت وہ خاموش ہو گئے تھے مگر اب حریم کی بغاوت کے پر کترنے ضروری تھے ورنہ اس نے صبا کو بھگانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی، اچھا ہوا جو رحمت بھائی اور عالیہ بھابی کے ذریعے یہ رشتہ آ گیا ورنہ ان کی نظر میں ایک اور رشتہ بھی تھا، وہ جلد از جلد حریم کی شادی کر کے اسے اس گھر سے دفعان کرنا چاہتے تھے کیونکہ شیراز بھی لڑکی پسند کر چکا تھا اس نے کہا تھا کہ آپ حریم کی شادی کریں تب اس کے بعد اپنی دلہن گھر لاؤں گا، سو وہ آج کل اسی سلسلے میں سرگرم تھے۔

امی کی بات پہ وہ آنکھیں کھولے دیکھتی رہ گئی، حالانکہ شرم کا تقاضا تھا کہ وہ مشرقی لڑکی کی مانند سر جھکا لیتی مگر وہ ہڑبڑا کر امی کو دیکھے جا رہی تھی جو اسے یہ بتا کر بہت خوش تھیں۔

"ثومیہ بہن اور سعید بھائی کو تم بہت اچھی لگی ہو، ثمن اور عدنان کی شادی میں تمہیں دیکھا اور پھر پسند کر لیا، رحمت بھائی نے ہمیں پہلے ہی بتا دیا تھا کہ سعید بھائی ہماری حریم کا رشتہ اپنے بیٹے کے لئے مانگ رہے ہیں، آج یہ لوگ آئے اتنے پیار اور چاؤ سے تمہارا رشتہ مانگا ہے، میں بہت خوش ہوں کہ تمہاری قسمت میری باقی بچیوں جیسی نہ ہو۔" وہ برسوں کی تھکی ہاری شوہر کے جبر کی چکی میں پستی عورت رو رہی تھی۔

"میری معصوم بچیاں اف تک نہیں کر سکتیں، صبا شادی کے بعد صرف ایک بار آئی ہے جب پہلی بار اس کا شوہر اسے یہاں لایا تو یوں لگ رہا تھا جیسے خزانے کا سانپ ہے، میری پھول سی بچی اس کے بعد نہیں آئی، تمہارے باپ کو تو کوئی خیال نہیں ہے یوں لگتا ہے جیسے ہم نے بیٹی کو فروخت کر دیا ہے، چوہدری ریاض نے اس کے بعد اپنی شکل نہیں دکھائی، دوسری طرف فری کو دیکھتی ہوں تو کلیجہ منہ کو آتا ہے۔" آمنہ دوپٹہ منہ پہ ڈالے بلک رہی تھی، حریم میں اتنی طاقت نہیں تھی کہ ماں کو چپ کرا لی، انہوں نے صبا کا ذکر چھیڑ کر اسے بھی پریشان کر دیا تھا، اس کی سوچ اب صبا کی طرف جڑ گئی تھی، وقتی طور پہ وہ آج کا اتنا بڑا واقعہ بھول گئی تھی۔

"امی صبا کو فون کر کے بلواتے ہیں بلکہ چوہدری ریاض صاحب کو کہتے ہیں اسے کچھ دنوں کے لئے ہماری طرف چھوڑ جائیں۔" وہ روتی دھوتی آمنہ کا دھیان بٹا رہی تھی اور ایسا ہی ہوا، آمنہ کے آنسو رک گئے۔

"ہاں ٹھیک ہے فون کرو پھر صبا کو۔"

"مگر امی صبا کا تو نمبر ہی نہیں ہے میرے پاس، وہ صرف ایک بار آئی اور اتنی جلدی میں کہ مجھے یاد ہی نہیں رہا کہ نمبر لے سکوں۔"

"چلو ہمارے پاس نہیں ہے اس کا نمبر مگر ہمارا نمبر تو اس کے پاس ہے ناں... پھر اس نے ہم سے کوئی رابطہ کیوں نہیں کیا؟" آمنہ کی دلیل میں واقعی وزن تھا۔

"امی ابو کے پاس ہوگا نمبر، وہ واپس آئیں تو ان سے پوچھ کر فون کرتے ہیں صبا کو۔"

"چلو ٹھیک ہے ایسا ہی کرتے ہیں مگر نہ جانے تمہارے ابو کب واپس آئیں گے۔" وہ ابھی سے انتظار کرنا شروع ہو گئی تھی۔

ابو واپس آئے تو حریم نے ڈرتے ڈرتے صبا کا نمبر مانگا، انہوں نے جواباً اسے قہر آلود نگاہوں سے دیکھا۔

"کیوں چاہیے اس کا نمبر وہ اپنے گھر خوش ہے اسے تنگ نہ کرو۔"

"مگر ابو امی پریشان ہیں اس کی وجہ سے، وہ شادی کے بعد صرف ایک بار آئی ہے مجھے خود اس کی یاد آ رہی ہے۔" وہ ابو کے سخت لہجے سے پریشان تو ضرور ہوئی مگر بظاہر خود کو مضبوط کیے رکھا۔

"اس عورت کا اور کام ہی کیا ہے سوائے مجھے پریشان کرنے کے، پوری زندگی سکھ نہیں دیا اس ناشکری عورت نے، اپنی نحوست کا سایہ پورے گھر میں ڈال دیا، اوپر سے اپنے جیسی چار بیٹیاں پیدا کر دیں میرا امتحان لینے کے لئے پتہ نہیں کب جان چھوٹے گی تم سے۔" حریم کا چہرا دھواں دھواں ہو گیا، وہ جو صبا کا نمبر لینے آئی تھی بھول ہی گئی اور لڑکھڑاتے قدموں سے کمرے کی دہلیز پار کی، انور گیلانی شروع ہو گئے تھے، یہ جانے بغیر کہ اس کے دل پہ کیا گزر رہی ہے۔

اگلے دن خود ہی صبا غیر متوقع طور پہ آ گئی کل سے اداس اداس سی حریم بے طرح خوش ہو گئی وہ بہن کی والہانہ محبت سے ملی، اس میں اور صبا میں صرف دو سال کا فرق تھا اسی وجہ سے دونوں ایک دوسرے سے قریب تھیں، صبا ہر بات بتانا اپنا فرض سمجھتی تھی، اسے کچھ بتائے بغیر رہ ہی نہیں سکتی تھی لیکن آج جانے کیا ہوا کہ جب حریم نے پوچھا تم اتنی کمزور کمزور سی کیوں لگ رہی ہو وہ ٹال گئی، حریم جان گئی کہ وہ کچھ بتانے سے گریزاں ہے۔

شادی کے بعد تو لڑکیاں اور بھی نکھر جاتی ہیں مگر صبا کی گلابی رنگت میں زردیاں گھلی ہوئی تھیں، حریم کے سامنے رحمت تایا کی بیٹی ثمن اور عدنان کی دولہن رانیہ کی مثال تھی، جو شادی کے بعد پہلے سے بڑھ کر خوبصورت لگ رہی تھی دونوں صبا کی شادی میں آئی تھیں اور ہنسی ان کے لبوں سے جدا ہی نہیں ہو پا رہی تھی، ادھر اس کی بہن برسوں کی بیمار نظر آ رہی تھی۔

"بات رہ دی ہاں میں نے بہت ساری

ہنس رہی ہیں۔" وہ بچوں کی طرح مچل رہی تھی۔ "میں تمہیں نہیں روک سکتی۔"

"کیوں؟" اس نے بھنوئیں اچکائیں، اس کے بجائے امی نے جواب دیا۔

"اب یہ شادی شدہ ذمہ دار عورت ہے اور گھر اس کی پہلی ذمہ داری ہے، اب یہ میکے مہمان بن کر ہی آئے گی ہاں اور مہمان کون سا زیادہ عرصہ رکتے ہیں، تمہاری شادی ہو گی تو خود پتہ چل جائے گا کہ اپنے گھر اور ذمہ داری میں کیسے مگن ہو کر میکے تک کو بھول جاتی ہے، پھر تمہارا بھی یہی حال ہو گا۔"

"آپ کان کھول کر سن لیں میں نے شادی کرنی، اگر زبردستی کی تو میں بھی الٹا سیدھا کر لوں گی، آپ مجھے فری صبا اور منزہ آپی نہ سمجھیں جو بے زبان گائے کی طرح ابو کے فیصلے پہ قربان ہو گئیں، میں سخت نفرت کرتی ہوں، ابو باقی بیٹیوں کی طرح مجھے بھی ساری عمر آزمائشوں کی بھٹی میں جلانا چاہتے ہیں، رحمت تایا کے گھر وہ رشتہ آیا ہے نا، ابو کے سب رشتہ دار انہی کی طرح ہیں، مجھے یہ تو منظور ہے مگر شادی نہیں۔" وہ بندوق سے نکلی گولی کی طرح تڑاتڑ شروع ہو گئی، آمنہ اور ان کے اتنے سخت رد عمل پہ ہکا بکا رہ گئی، حریم بہنوں میں سب سے زیادہ باغی اور صاف گو تھی، اس وقت بھی جو اس کے دل میں تھا اس نے بول دیا۔

اب نئی پریشانی آمنہ کو لاحق ہوئی تھی جو حریم کے کھلم کھلا انکار نے پیدا کی تھی، اگر انور گیلانی سن لیتے تو جانے اس کا کیا حشر کرتے کیونکہ آج تک ان کی کسی بیٹی میں اتنی جرأت نہیں تھی کہ ان کے حکم سے سرمو انحراف کریں، پتہ نہیں حریم کا انجام کیا رنگ لانے والا تھا۔

سڑک کنارے واقع اس ریسٹورنٹ میں یاسر اور اس کی کزن فرح آمنے سامنے بیٹھے تھے۔ کولڈ ڈرنک سرد ہو کر گیا تھا جو پڑے پڑے رہ گیا تھا، دونوں کی ملاقات کافی عرصے بعد ہوئی تھی اور یاسر کے دل میں شادی سے پہلے والی تڑپ اور بے قراری بیدار ہو رہی تھی۔

"پھر کیا سوچا ہے تم نے؟" خاموشی کے طویل وقفے کو فرح نے ہی توڑا۔

"سوچنا کیا میں خود پریشان ہوں طلاق دوں تو ساتھ حق مہر بھی دینا پڑے گا اور اگر وہ خود خلع لے تو میرا کام آسان ہو جائے گا، مگر مجھے نہیں لگتا کہ وہ خلع لینے پہ راضی ہو گی۔" وہ مایوس تھا۔

"تم بات کر کے تو دیکھو کیا کہتی ہے، ہو سکتا ہے مان جائے۔"

"وہ تو میں کر لوں گا لیکن اگر اس نے اپنے باپ کو بتا دیا تو؟" یہ خطرہ بھی تو بہرحال موجود تھا ہاں اسی وجہ سے تو اس نے ابھی تک ایسا کوئی قدم نہیں اٹھایا تھا، انور گیلانی کی حیثیت اور مقام سے وہ اچھی طرح واقف تھا، اگر وہ طلاق دیتا یا زبردستی گھر سے نکال دیتا تو جانے وہ اس کے خلاف کیا کیا انتقامی کارروائیاں کرتے، کاش کہ فری خود ہی خلع مانگ لیتی۔

"چلو پھر نہ بات کرو کوئی اور حل سوچتے ہیں تم اپنا رویہ اتنا سرد کر لو کہ وہ خود ہی خلع کا مطالبہ کر دے۔" فرح نے تجویز دی۔

"ٹھیک ہے ایسا ہی کرتے ہیں اب کولڈ ڈرنک پیو میں نے گھر بھی جانا ہے آج دیر ہو گئی ہے۔" یاسر نے اپنا گلاس اٹھا لیا اور اسے بھی پینے کا اشارہ کیا، فرح ہلکے ہلکے چسکیاں لینے لگی۔

"اف میرے تو ہاتھ پاؤں پھول رہے ہیں انور صاحب نے تو شادی کی جلدی مچا دی ہے، کیسے ہو گا سب کچھ، دولہن کے کپڑے جوتے زیور، سب چیزوں کی خریداری باقی ہے، ساتھ منگنی کا چھوٹا سا فنکشن بھی کرنا ہے تاکہ سارے خاندان کو پتہ چل جائے، انور صاحب نے تو منع کیا تھا مگر میرا دل کرتا ہے کہ سلیمان کے بھی سارے چاؤ اور ارمان پورے کروں۔" وہ رعنا کو بتا رہی تھیں، جواباً اس نے تسلی دی۔

"مما آپ منگنی کے لئے جوڑا اور انگوٹھی لے آئیں پھر انور انکل سے پوچھ کر کوئی بھی دن رکھ لیں۔"

"ہاں کہتی تو ٹھیک ہو میں پہلے ذرا یہ بھی اور رحمت بھائی سے بات کرتی ہوں کہ انور صاحب کو منگنی کے لئے آمادہ کریں۔"

"ٹھیک ہے مما آپ آج ہی جائیں میرے خیال سے پھر شادی اور منگنی میں اتنا وقفہ نہیں ہو گا۔"

"میں رحمت بھائی کو فون کرتی ہوں ذرا نمبر ملا دو مجھے۔" رعنا نے نمبر ملا کر ریسیور ان کے ہاتھ میں پکڑا دیا، انہوں نے ذرا بھی تفصیل سے بات کی۔

"مما کیا کہا پھر انکل نے؟" بات ختم کر کے انہوں نے فون بند کیا تو رعنا نے پوچھا۔

"کہہ رہے ہیں میں شام کو انور کی طرف جاتا ہوں پھر بتاتا ہوں، میں نے بھی کہا کہ منگنی لازمی کروں گی کیونکہ ہمارا بھرا پرا خاندان ہے، سلیمان میرا اکلوتا بیٹا ہے یوں اچانک اور افراتفری میں شادی پہ لوگ جانے کیا کیا باتیں بنائیں۔" وہ متفکر ہوئیں تو رعنا نے تسلی دی۔

"کچھ نہیں ہوتا مما ہم منگنی پہ سب کو بتا دیں گے کہ شادی جلدی ہو گی، ویسے بھی ہو سکتا ہے انور انکل کی کوئی مجبوری ہو جو وہ جلدی شادی کرنا چاہتے ہوں۔"

"ہاں تم بھی ٹھیک کہتی ہو، بندے کی سو مجبوریاں ہوتی ہیں، بیٹیوں کے سو بکھیڑے ہوتے ہیں، اچھا ہے یہ نیک کام جلدی ہو جائے سلیمان کی خوشیاں بھی دیکھ لوں اپنے جیتے جی، زندگی کا کیا اعتبار، آج ہے کل نہیں۔"

"اللہ آپ کا سایہ سلامت رکھے مما۔" رعنا نے محبت سے ان کے گرد بازو پھیلا کر سر ان کے کندھے سے ٹکا دیا تو ثومیہ اس کی محبت سے سرشار ہوئیں۔

انور گیلانی منگنی کی رسم کے لئے راضی نہیں ہوئے اس کے بجائے وہ جلدی شادی پہ زور دے رہے تھے، اسی وجہ سے ثومیہ اور سعید نے اپنے گھر ہی چھوٹا سا فنکشن کر لیا، تعلقات کے آغاز میں ہی انور گیلانی کی یہ ہٹ دھرمی انہیں خاصا بددل کر رہی تھی۔

ساتھ ساتھ شادی کی تیاریاں بھی شروع تھیں، سلیمان نے صاف لفظوں میں کہا تھا مجھے جہیز کے نام پہ کچھ بھی نہیں چاہیے، رعنا کے گھر والوں سے بھی جہیز نہیں لیا گیا تھا، سلیمان کو اپنے زور بازو پہ بھروسہ تھا، وہ چاہتا تھا اس کی بیوی اس کی کمائی میں ہی گزارا کرے، اچھی خاصی خوشحال فیملی سے تعلق تھا سلیمان کا، تب ہی وہ جہیز نہیں لینا چاہ رہا تھا، اس بات کی اطلاع جب انور گیلانی تک پہنچی تو ان کے سر سے بوجھ ہی اتر گیا، ورنہ اس سے پہلے ان کا ارادہ تھا کہ فری کی طرح اسے بھی کچھ دے دلا دیا جائے، مگر فری کی سسرال تو گزارے لائق تھی مگر رحمت گیلانی نیت ان کے گھر آ کر وہ جہیز لینے سے انکار کر گئے تھے، پھر بھی رحمت کا موقف تھا کہ بیٹی ذات ہے اس کی سیکورٹی کے لئے کچھ نہ کچھ دو، بے شک اس کا بینک اکاؤنٹ کھلوا کر پیسے جمع کروا دو۔"

کچھ نہ کچھ کرنا ہی تھا، انہیں بہت غصہ آیا تھا، نہ چاہتے ہوئے بھی یہ کرنا پڑا، فضول کا عذاب تھا یہ بھی۔

ثوبیہ نے حریم کے لیے عروسی سوٹ ایک مشہور بوتیک سے آرڈر پر بنوایا تھا، وہ انور صاحب کے گھر بھجوایا گیا تھا کہ حریم پہن کر چیک کر لے اگر کوئی کمی پیشی ہو تو ٹھیک کروا لی جائے۔

ثوبیہ چاہتی تھی کہ حریم ساتھ لے جا کر شادی کی شاپنگ کروائے مگر آمنہ نے سہولت سے منع کر دیا تھا، انور صاحب کو یہ سب پسند نہیں تھا اوپر سے حریم کے تیور بھی نہایت جارحانہ تھے۔

آمنہ عروسی سوٹ لے کر اس کے پاس آئی جو کل مالیہ دے گئی تھی۔ حریم ٹی وی لاؤنج میں تھی۔

"بیٹا یہ سوٹ پہن کر دیکھ لو پورا ہے اور فٹنگ ٹھیک ہے کہ نہیں تا کہ کوئی نقص ہو تو ابھی دور کروا لیا جائے۔" آمنہ نے پیک کیا سوٹ اس کی طرف بڑھایا جو اس نے ماں کے ہاتھ سے لے کر زمین پر پٹخ دیا۔

"میں نے آپ سے کہا ناں کہ مجھے شادی نہیں کرنی ہے آپ منع کر دیں ان لوگوں کو، اگر زبردستی کی تو میں گھر سے بھاگ جاؤں گی۔" وہ چوٹ کھائی ناگن کی طرح بلبلا اٹھی۔

"شادی میں صرف چھ روز باقی ہیں میں تمہارے ہاتھ جوڑتی ہوں، اگر تمہارے باپ نے سن لیا تو جان سے مار دے گا، پہلے ہی مجھے طعنہ ملتا ہے کہ چار کھسوٹیاں پیدا کی ہیں، کیوں اپنی جان کے پیچھے پڑی ہے، چپ کر کے مان جاؤ اسی میں بہتری ہے ہم سب کی، تمہاری باقی بہنوں کی مثال سامنے ہے، ان میں سے کوئی نہیں بولا۔"

"بے شک جان سے مار دیں مجھے ایک بار مار دیں تو اب روز روز کے مرنے سے نجات مل جائے گی، پیدا ہوتے ساتھ ہی گلا گھونٹ دیتیں ناں، مجھے وہ دور بہت اچھا لگتا ہے جب پیدا ہوتے ہی بچی کو زمین میں دفنا دیا جاتا تھا کم از کم اس طرح وہ آگہی کے عذابوں سے تو محفوظ رہتی تھی، منزہ آپی کے ساتھ جو ہوا سب کے سامنے ہے فری آپی اور صبا بھی اپنے اپنے حصے کا عذاب بھگت رہی ہیں صبا کی شکل دیکھی ہے آپ نے، کتنی چپ چپ سی رہتی ہے وہ، میں اپنی زندگی کو ان خاموشیوں کی نذر نہیں کر سکتی۔"

"آپ ابو سے کہہ دیں میں نے شادی نہیں کرنی بلکہ ابھی جا... ک... ک..." بولتے بولتے اس کی نظر دروازے سے اندر آتے انور گیلانی پہ پڑی، ان کا چہرہ خون رنگ ہو رہا تھا اور آنکھوں سے غیظ و غضب کے شعلے نکل رہے تھے، انہوں نے حریم کی زبان سے نکلا ایک ایک لفظ سن لیا تھا۔

آمنہ نے التجا کرتی نظر شوہر پہ ڈالی پھر بیٹی کی طرف دیکھا مگر ان کے چہرے پہ رحم کی کوئی تحریر نظر نہیں آ رہی تھی۔

"تم باہر جاؤ۔" انہوں نے کانپتی آمنہ کو دھکا دیا تو وہ صوفے سے جا ٹکرائی، غصے کی زیادتی سے ان میں بے پناہ طاقت پیدا ہو گئی تھی جبکہ کمزوری آمنہ میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ حریم کو باپ کے عتاب سے بچاتی۔

انور نے زبردستی آمنہ کو باہر نکالا، اب دروازہ لاک کر رہے تھے ان کے پاؤں کے پاس ہی موٹا سا ڈنڈا پڑا تھا، مالی نے کل ہی لان کے سب پودوں اور درختوں کی چھٹائی کی تھی، انور گیلانی وہیں سے یہ مضبوط ڈنڈا اٹھا کر لائے تھے جب حریم آمنہ سے شادی کے مسئلے پہ انکار کر رہی تھی، غصہ تو پہلے کا ان کے دل میں تھا جب وہ صبا کو بہکا رہی تھی، مگر تب وقت نہیں تھا کہ وہ اس کا دماغ درست کرتے، آج دوبارہ وہ اپنے باغیانہ

خیالات کو الفاظ کا روپ دے رہی تھی تو وہ کیسے معاف کرتے، بیٹی ذات میں اتنی جرأت وہ تلملا کر رہ گئے تھے۔

وہ دروازہ بند کر کے اس کی طرف پلٹے تو حریم کو یوں لگا کہ موت اس کے سر پہ کھڑی ہے۔

"ہاں تو کیا کہہ رہی تھی اپنی ماں سے، میرے سامنے کہو میں بھی تو سنوں تمہارے خیالات، بولو۔" وہ پوری قوت سے دھاڑے، باہر آمنہ دروازہ پیٹ رہی تھی۔

حریم کے سینے میں دل پوری قوت سے دھڑک رہا تھا، اسے اب اندازہ ہوا کہ وہ خود کو اپنی زبان سے ناقابل تلافی نقصان پہنچا چکی ہے۔

"بولو...؟" انہوں نے پوری قوت سے ڈنڈا اٹھایا جو اس کی ٹانگ پہ لگا تو اذیت سے اس کا پورا جسم تڑپ اٹھا۔

"ابو پلیز مجھے معاف کر دیں آئندہ کچھ نہیں بولوں گی، یہ پہلی اور آخری غلطی ہوئی ہے اب چپ رہوں گی۔" وہ ان کے پاؤں پکڑے رو رہی تھی، معافیاں مانگ رہی تھی، فریاد کر رہی تھی۔

"میں آج تمہیں جان سے مار دوں گا، مجھے کیا پتہ تھا کہ میں ناگنوں کو پال رہا ہوں، بہت شوق ہے ناں تمہیں مرنے کا تو آج یہ شوق پورا کر دیتا ہوں۔" ان کا ہاتھ پوری قوت سے چل رہا تھا، اس کے سر پہ ڈنڈا لگا تب اذیت کی پوری لہر سر سے پاؤں تک اسے جیسے چیر اور ڈالی... وہ دیوانوں کی طرح اسے پیٹ رہے تھے، اب تو حریم میں چیخنے کی اور معافی مانگنے کی بھی سکت نہیں رہی تھی، وہ ہوش سے بیگانہ ہو رہی تھی جب اس کے بڑے بھائی احمد نے ملازم کے ساتھ مل کر دروازہ توڑا اور اندر داخل ہوا، تب انور نے ڈنڈا پھینک دیا اور نیم جان حریم کے جسم کو ایک اور ٹھوکر لگا کر احمد کو کھینچ کر باہر لے گیا۔

خوف کے مارے آمنہ کی آواز ہی نہیں نکل رہی تھی ورنہ بیٹی کو اس حال میں دیکھ کر ان کا دل کر رہا تھا کہ آج وہ اتنا روئیں اتنا کہ آسمان کا سینہ شق ہو جائے۔

حریم بے حس و حرکت فرش پہ پڑی تھی، اس کے سر سے خون نکل رہا تھا سارا جسم ہی زخم زخم تھا، آمنہ اس کا سر گود میں رکھ کر خاموش آنسو بہا رہی تھی، بند دروازے کے اس طرف انہوں نے حریم کی سب فریادیں سنی تھیں جو وہ معافیاں مانگ رہی تھی بار بار اپنی غلطی مان رہی تھی اور یہی کہہ رہی تھی ابو مجھے معاف کر دیں مجھے معاف کر دیں۔

"تیرے باپ کا دل رحم سے خالی ہے پھر کیوں معافی مانگ رہی میری بچی۔" انہوں نے اس کے بے جان ماتھے سے بال پیچھے کیے۔

انہیں پتہ تھا انور گیلانی کسی ڈاکٹر کے پاس اسے لے کر نہیں جائیں گے اور یہاں پڑے پڑے جانے حریم کا کیا حال ہو، کیونکہ وہ بے ہوش تھی، وہ احمد اور شیراز کو بلانے باہر نکلیں۔ اس دوران گھر میں کام کرنے والی نوکرانی اس کے پاس آ گئی، وہ دل میں سوچ رہی تھی کہ بیٹیاں صرف غریب باپ کے لیے ہی نہیں بلکہ امیر باپ کے لیے شاید جان کا وبال ہوتی ہیں، ورنہ آج اس نازک سی لڑکی کا یہ حال نہ ہوتا۔

اک جانب سے میں بکھری پتھر
دوسری جانب سے شیشہ جیسا
اب تو بس ایک نظر ہے باقی
بس یہی پاس بچا ہے میرے
ٹوٹ جانے کا ہنر ہے باقی

سلیمان کی مہندی کی تقریب تھی۔ اس نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ میں مہندی شہندی نہیں لگواؤں گا اور نہ ہی کوئی خاتون میرے والی

میں تیل کی رسم کے نام پہ تیل کے دریا بہا رہے۔
اسٹیج پہ دوستوں کے جھرمٹ میں بیٹھا، ہنستا مسکراتا، دوستوں کے شرارتی فقروں کا جواب دیتا فری اور صبا، دونوں کی نگاہوں کا مرکز تھا، آمنہ نہیں آئی تھی، وہ گھر پہ بچی کے پاس تھی، ادھر منزہ کی طبیعت بھی خراب تھی، حریم کی چیخ و پکار ایک گھر میں رہنے کی وجہ سے ان تک بھی پہنچ گئی تھی اور اس دن سے ان کی طبیعت خراب تھی، آمنہ دوہرے عذاب میں تھی، حریم کا جسم زخم زخم تھا اوپر سے شادی سر پہ تھی، جو زخم نظر آ رہے تھے ان کا وہ کیا کرتی، گھر میں مہمانوں کا آنا جانا لگا تھا انہوں نے جھوٹ بول دیا کہ حریم سیڑھیوں سے گری ہے تب یہ زخم آئے ہیں۔
"دولہن کے رشتہ دار آ کر مہندی کی رسم کر لیں۔" اسٹیج پہ سے کسی عورت نے آواز دی تو فری اور صبا دونوں ہی بیک وقت اٹھیں، صبا نے مٹھائی سلیمان کے منہ میں ڈالی۔
"افوہ، بس بھی کرو بہت مٹھائی کھا چکا ہوں یار۔" ساتھ ہی اس نے برفی اٹھا کر صبا کے منہ میں ٹھونس دی، لڑکیوں میں ہو ہو شروع ہو گئی۔
"ابھی سے اتنی خدمت ہو رہی ہے سالیوں کی۔" سلیمان کی کوئی کزن بولی تھی۔
"سلیمان بھائی حریم کا بہت خیال رکھیے گا بہت زیادہ۔" جاتے جاتے وہ اس کے کان میں جھک کر بولی اور پھر فوراً ہی وہاں سے ہٹی۔
اس کی آنکھوں کی نمی سلیمان کی نگاہوں سے پوشیدہ نہ رہ سکی، اس خوشی کے موقعے پہ یہ نمی جانے کیا حیثیت رکھتی تھی، وہ جانے کیا کیا سوچنے لگا، صبا اور فری جلدی واپس آ گئیں کیونکہ ادھر اپنے گھر میں بھی مہمان تھے۔

وہ صبا کے ساتھ پارلر آئی تھی مہندی لگوانے، تو صبا نے خود شہر کے اچھے پارلر میں اپائنٹمنٹ کروائی تھی اس روز کے بعد سے حریم کو چپ سی لگ گئی تھی، آج جب صبا نے مہندی کے لیے پارلر چلنے کو کہا تو وہ کچھ کہے بغیر تیار ہو گئی نہ کوئی سوال کیا نہ جھجکی، اس کی خاموشی سے صبا کو خوف آ رہا تھا، وہ تو لڑتی جھگڑتی احتجاج کرتی ہی اچھی لگتی تھی، ہر بات منہ پہ کہہ دینے والی۔
پہلے اس کے دونوں پاؤں پہ مہندی لگائی گئی پھر ہاتھوں کی باری آئی، بیوٹیشن نے اس کی شرٹ کی آستین اوپر کرنے کو کہا تو اس نے میکانکی انداز میں اوپر کر دی، دونوں کلائیوں پہ زخم تھے اور ابھی تک پوری طرح مندمل نہیں ہوئے تھے۔ بیوٹیشن سوالیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگی تو تب اس کی مدد کے لیے صبا آگے آئی۔
"اصل میں پاؤں پھسلنے سے یہ سیڑھیوں سے گری ہے تب یہ زخم آئے ہیں۔" پتہ نہیں اس نے یقین کیا تھا کہ نہیں۔
"کلائیوں پہ تو مہندی نہیں لگ سکتی یہ زخم جو ہیں، کیا کلائیوں کے علاوہ بھی انہیں کہیں اور چوٹ لگی ہے؟"
"جی ہاں تقریباً سارے جسم پہ ہی نشان ہیں۔" روانی میں صبا کے منہ سے سچ نکل گیا جس کا احساس اسے بولنے کے بعد ہوا، لیکن اب تیر کمان سے نکل چکا تھا۔
"اوہ مائی گاڈ پھر آپ لوگ شادی کیوں کر رہے ہیں کم سے کم زخم تو مندمل ہونے دیں۔" وہ تو کسی تھانیدار کی طرح جرح کر رہی تھی۔
"بس کچھ گھریلو مجبوریاں ہیں، جس کی وجہ سے شادی لیٹ نہیں ہو سکتی۔"
"پھر بھی آپ انہیں کسی اچھے ڈاکٹر کو دکھائیں۔" وہ اب مشورے دے رہی تھی، صبا نہ بتا سکی کہ ڈاکٹر کو دکھانے سے گھر والوں نے منع کر دیا ہے، وہ تو بھلا ہو احمد کا کہ ڈاکٹر کو حریم کی ساری کیفیت بتا کر میڈیسن لایا تھا، اسی نے

بخار اور جسم کے زیادہ متاثرہ حصوں کی جیسے تیسے کی تھی، تب زندگی میں پہلی بار اسے ابا پہ غصہ آیا، اس نازک سی لڑکی کو انہوں نے وحشیانہ طریقے سے مارا تھا اور اپنے اس عمل پہ شرمندہ بھی نہیں تھے، احمد ہی انہیں پارلر ڈراپ کر کے گیا تھا، وہیں پہ بھی وہی بیٹھا رہا، گھر جانے سے پہلے وہ ایک پرائیویٹ ہاسپٹل میں ان دونوں کو لے آیا، اب اس کے یہاں آنے کا مقصد بھی تھی، عجیب سی آکورڈ سچویشن تھی، حریم کے ہاتھ پاؤں مہندی لگی ہوئی تھی اور لیڈی ڈاکٹر چیک کر رہی تھی، اس کی طرف سے بولنے کا فریضہ صبا ہی انجام دے رہی تھی، حریم کو درد کم کرنے کے لیے انجکشن لگائے گئے، ایک میڈیکل سٹور سے احمد نے اس کے لیے صحت بخش ٹانک اور دیگر میڈیسن لی۔
زندگی میں پہلی بار ابا کے علاوہ اس نے اپنی بہنوں کے بارے میں سوچا تھا، ویسے بھی وہ بہنوں سے [illegible] والا خاندانی [illegible] تھا، مگر اب اسے احساس ہو رہا تھا کہ وہ گھر کے معاملات سے لاتعلق رہ کر زندگی نہیں گزار سکتا، گھر ڈراپ کرنے سے پہلے اس نے صبا کو منع کر دیا کہ کسی سے ذکر نہ کرے کہ میں حریم کو چیک کروانے ڈاکٹر کے پاس لایا تھا، بھائی نے پہلی بار اتنی توجہ دی تھی اور صبا تھی کہ روئے جا رہی تھی۔

کھڑکی کے شیشے سے چاند کی کرنیں اندر کمرے میں جھانک رہی تھیں، رات کا آخری پہر تھا، دن بھر کے تھکے ہارے وجود رات کی پرسکون گود میں پناہ لیے سو رہے تھے، صبا اور فری بھی سو چکی ہوئی تھیں۔
حریم بہت دیر سے کروٹیں بدل رہی تھی، زیادہ دیر سیدھے لیٹا نہیں جاتا تھا کیونکہ پھر تکلیف شروع ہو جاتی، درد سے کسمسا کے اٹھ بیٹھی مگر وہ لبوں پہ آنے نہ دیتی، اس میں اپنے درد اور ابا کی توہین محسوس ہوتی اس کو، امی آج بھی کتنی دیر بیٹھی اسے باتیں کرتی رہیں کہ شاید یہ پتھر کی مورت بول پڑے۔
"میں کمزور سی ماں ہوں سب حالات تمہارے سامنے ہیں، میں اس امید پہ سب سختیاں سہتی رہی کہ شاید حالات بدل جائیں، میں شرمندہ ہوں کہ میں تمہیں صحت مند ہنستا کھیلتا ماحول نہ دے سکی، چھوٹی عمر سے ہی تمہیں پتہ چل گیا کہ تنگی کیا ہوتی ہے، میں اپنے سامنے تمہارے بچپن کو بے بسی اور بے دردی کی نذر ہوتے دیکھتی رہی جب زبان کھولی تو میرے مجازی خدا نے بزور طاقت چپ کروا دیا، میرا کلیجہ منہ کو آتا ہے تمہاری یہ حالت دیکھ کر، اب تم اپنے دل سے ہر قسم کے شکوک و شبہات کو دور کر دو، سلیمان اور اس کے گھر والے بہت اچھے اور مہذب لوگ ہیں، میرا دل گواہی دیتا ہے کہ اس گھر میں تم بہت سکھ پاؤ گی، ضروری نہیں کہ تمہارے ساتھ بھی باقی بہنوں کی طرح یا میری طرح ہو، پانچوں انگلیاں برابر نہیں ہوتیں، تم سب سکھ پاؤ گی، مجھے اپنے رب پہ پورا بھروسہ ہے، تم کوئی اور حماقت نہ کرنا۔" وہ خاموشی سے سنتی رہی، وہ ابھی بیٹھی ہوئی تھیں کہ حریم جا کر لیٹ گئی، رات قطرہ قطرہ گزر رہی تھی۔
اس نے سوئی ہوئی دونوں بہنوں کی طرف دیکھا، ان کی طرف سے مطمئن ہو کر اس نے پاؤں بیڈ سے نیچے لٹکائے، جوتے پہنے بغیر وہ دبے پاؤں باتھ روم کی طرف گئی، باتھ روم کی لائٹ جلا کر وہ کپڑوں کی الماری کی طرف گئی، آرام سے اس کا پٹ کھولا اور کپڑوں کے نیچے ہاتھ مار کر کاغذ میں لپٹی کوئی چیز باہر نکالی، پھر وہ دوبارہ بیڈ کی طرف واپس آئی۔

بیڈ کے سرہانے کی طرف درمیانے سائز کا سوٹ کیس دھرا تھا۔ اس میں حریم کے کپڑے اور ضروری استعمال کی دیگر چیزیں تھیں۔ اس نے نمبر ملا کر سوٹ کیس کھولا، کاغذ میں چھپا وہ چیز اس نے سوٹ کیس کی نچلی تہہ میں رکھ دی، رکھنے کے بعد پہلے کی طرح اس نے سوٹ کیس لاک کر دیا۔

کل اس کی بارات آئی تھی اور شام کو رخصتی تھی، آج اس گھر میں اس کا آخری رات تھی کل اس نے یہیں اور ہونا تھا نئے لوگوں نئے چہروں کے درمیان۔ اپنا کام کرنے کے بعد وہ پہلے کی طرح جا کر لیٹ گئی۔

ہن جیسے زندہ رہیں اور
ہن مرے مر جائیں ہم
ہن چھونے محسوس کرکے
جانے کیوں ڈر جائیں ہم

آدھی آستینوں والی چولی میں اس کے بازوؤں پر پڑے نیل اور سرخ نشان صاف نظر آ رہے تھے، کلائیوں میں چوڑیاں، گجرے اور پھولوں کے گجرے جہاں تک بجے تھے وہ جگہ چھپی ہوئی تھی، مگر جو حصہ نظر آ رہا تھا وہ دیکھنے والی آنکھوں کو سوال کرنے پہ مجبور کر رہا تھا۔ احد نے خود بارات آنے سے پہلے حریم کی دوائی دودھ کے ساتھ کھلائی۔

فریحہ یہ سب دیکھتے ہوئے سوچ رہی تھی کہ کاش بھائی تمہاری یہ ذرا سی توجہ پہلے مل جاتی تو ہماری خواہشوں کے دامن آج اتنے خالی نہ ہوتے، مگر وہ صاف سوچ ہی سکی زبان سے نہ کہہ سکی۔

ہمیشہ کی سادہ حلیے میں رہنے والی حریم آج سج سنور کر بہت خوبصورت لگ رہی تھی، ریڈ بلڈ کلر کے لہنگے چولی میں ملبوس آج اس پہ ٹوٹ کر روپ آیا تھا، رخصتی کے عالم انور صاحب اس کے پاس آئے اور اس کے سر پہ ہاتھ رکھا بار بار نجانے انہوں نے اسے گلے لگایا تو انہیں یوں محسوس ہوا کہ جیسے وہ ایک دم بیتے ہوئی ہے، وہ اسے کس سامل کر فوراً ہٹ گئے، پھر آمنہ اور صبا، فریحہ وغیرہ اسے ملیں، آج تو منزہ بھی رو رہی تھی، آخر میں احد آگے آیا اور اسے دونوں بازوؤں میں تھام کر گاڑی میں بٹھایا، اس کے ساتھ تایا، رحمت بھی تھے۔

حریم کی آنکھوں سے ایک آنسو تک نہیں ٹپکا، جبکہ آمنہ اور اس کی بہنیں رو رہی تھیں لگتا تھا اس کی آنکھوں میں آنسو اندر ہی اندر خشک ہو گئے ہیں۔

ہمارا دور تک کوئی نہیں ہے
سہارا دور تک کوئی نہیں ہے
ملا ہے آسماں مجھ کو جس میں
ستارہ دور تک کوئی نہیں ہے
میں گھر کے پانیوں میں گھر گیا ہوں
کنارا دور تک کوئی نہیں ہے
اب تو کچھ ایسے جل رہا ہوں میں
شرارہ دور تک کوئی نہیں ہے

نئے گھر میں حریم کا استقبال پھولوں کی پتیاں نچھاور کر کے کیا گیا۔ پھر سب سے پہلے سعید اور ثومیہ بیگم اسے ملے اور منہ دکھائی دی، وہ سب بہت خوش تھے، اس کے ساتھ تائی مالیہ اور زارا آئی تھی کیونکہ صبا کو تو جوری، یاسر ابھی سے ہی گھر لے گیا تھا، فریحہ کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی وہ بھی یاسر کے ساتھ گھر جا چکی تھی۔ رسم کے مطابق پھر عالیہ اور فاروق گیلانی کی زارا دونوں کے ساتھ آ گئیں۔

یہاں پہ تو خوشیوں کی بارات اتری ہوئی تھی، کافی دیر سے بیٹھے بیٹھے حریم کی کمر میں

تکلیف شروع ہو گئی تھی، اوپر سے لہنگے اور چولی کا بھاری کام دار سوٹ مسلسل چبھ رہا تھا، پھر چوٹوں کے نشانات بھی جوں کے توں تھے اس وجہ سے بھی اسے زیادہ تکلیف ہو رہی تھی، رعنا اس کے چہرے سے بھانپ گئی کہ دولہن تھک گئی ہے اس نے ساس کے کان میں پھونکا، جواباً انہوں نے حریم کو کمرے میں لے جانے کو کہا، ادھر تائی عالیہ اور زارا بھی جانے کے لئے اجازت مانگ رہی تھیں، ثومیہ انہیں گیٹ تک خود چھوڑنے گئی۔

رعنا، حریم کو سجے ہوئے بیڈ روم میں لے آئی، ہر طرف گلاب اور موتیے کے پھولوں کی خوشبو پھیلی ہوئی تھی۔

رعنا نے اسے بیڈ پہ بٹھایا اور پیچھے گاؤ تکیہ رکھ دیا۔

"تم ایزی ہو جاؤ جب تک میں کچھ کھانے کو لاتی ہوں۔" جواباً اس نے اشارے سے منع کر دیا، حالانکہ صبح سے کچھ نہیں کھایا تھا، بس دوائی کے ساتھ جو دودھ پیا تھا۔ بھوک تو اس کی ویسے بھی مری ہوئی تھی، رعنا اس کے نال نال کرنے کے باوجود کھانا لے آئی، اس کے سامنے حریم نے کھانے کو ہاتھ تک نہیں لگایا تو وہ یہ بھی کہ حریم اس کے سامنے کھانے میں تکلف سے کام لے رہی ہے چنانچہ وہ باہر چلی گئی تاکہ وہ کھانا آرام سے کھا لے اس کے جانے کے بعد بھی حریم نے کھانے کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا، کچھ دیر بعد رعنا برتن اٹھانے آئی تو سب کچھ جوں کا توں پڑے دیکھ کر چونک گئی۔

"ارے کھانا کیوں نہیں کھایا ہے۔"

"مجھے ایک نوالے کی بھی بھوک نہیں ہے۔" وہ واقعی سچ کہہ رہی تھی۔

"چلو خیر ہے میں دودھ بھجواتی ہوں وہ ضرور پی لینا اور ہاں آنٹی آمنہ بتا رہی تھیں کہ تم سیڑھیوں سے گری ہو اور کافی چوٹیں آئی ہیں،

کہاں کہاں لگی ہے۔" رعنا اس کے سامنے بیٹھ گئی، حریم اس کے سوال پہ خالی خالی نظروں سے اسے دیکھنے لگی اور پھر اپنی کلائیاں سامنے کر دیں، رعنا نے اس کے بازو پہ ہاتھ رکھا اور غور سے دیکھا۔

"میڈیسن لی ہے۔"

"جی!" اس نے مختصراً جواب دیا۔

"درد بھی ہوتا ہوگا؟" اس بار حریم نے صرف سر ہلایا۔

"میرا سوٹ کیس کہاں ہے؟" یہ پہلا سوال تھا جو اس نے رعنا سے کیا تھا۔

"وہ سامنے ڈریسنگ روم میں پڑا ہے، تمہارے کپڑے بھی ادھر ہی ہیں رات میں پہننے کے لئے۔" اس نے بیڈ روم کے ساتھ والے دروازے کی طرف اشارہ کیا۔

گھڑی کی ٹک ٹک وقت گزرنے کا احساس دلا رہی تھی، اس نے بیڈ روم کے بند دروازے کی طرف دیکھا، اب کسی کے بھی آنے کا امکان نہیں تھا، سوائے سلیمان کے تب وہ لہنگا سنبھالتی بیڈ سے اتری اور ڈریسنگ روم کی طرف بڑھی، سوٹ کیس سامنے رکھا تھا اور اس نے مطلوبہ نمبر کا کوڈ ملا کر لاک کھولا، اس کی مطلوبہ چیز اس طرح نچلی تہہ میں پڑی تھی، اس نے نکال کر ہاتھ میں دبائی اور پھر بیڈ روم میں آ گئی، سلیمان ابھی تک نہیں آیا تھا، تکلیف کی شدت سے اس کا جسم اکڑا ہوا لگ رہا تھا، چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی وہ قد آدم شیشے کے سامنے آ کر کھڑی ہو گئی، بھاری جوڑے اور زیورات نے برا حشر کر دیا تھا جسمانی اور روحانی تکلیف اس کے علاوہ تھی۔

اس نے پہلے بھاری جھمکے اتارے، ابھی وہ چوڑیاں اتارنے کے لئے کلائی کی طرف ہاتھ بڑھا ہی رہی تھی کہ دروازے پہ آہٹ ہوئی، تب

بھی بار اسے ذرا محسوس ہوا، اس نے کلائی سے چوڑیاں اور کڑے اتارنے کی مصروفیت جاری رکھی، آنے والا سلیمان تھا، اس نے نامحسوس انداز میں اپنا رخ موڑا۔

سلیمان کو وہ بیڈ پہ نظر نہیں آئی بلکہ ڈریسنگ ٹیبل کے آگے چوڑیاں اتارتی کھڑی ملی۔

"محترمہ خاصی خفا ہیں" وہ حریم کی نظر آتی تیوری پہ "اس کے لبوں پہ مسکراہٹ آ گئی، ادھر حریم نے اسی طرح مصروفیت میں ہی تنقید کی۔

"بندہ سلام عرض کرتا ہے، وہ خوش آمدید کہتا ہے آپ کو۔" سلیمان کا رویہ بہت اپنائیت سے ہوئے تھا۔

"لایئے میں بھی کچھ ہیلپ کر دوں آپ بہت تھک گئی ہوں گی۔" لہجے میں محسوس کی جانے والی شرارت لیے وہ اس کی طرف بڑھنے لگا تب حریم نے تڑپ کر سامنے ڈریسنگ ٹیبل کے ساتھ پڑی چیز پہ سے وہ کاغذ میں لپٹی چیز اٹھا لی۔ اب اس نے اس پر سے کاغذ اتار دیا تھا۔ کل سے وہ اس کی حفاظت کر رہی تھی، یہ سبزی کاٹنے والی تیز دھار چھری تھی، موقع دیکھ کر اس نے کچن سے اٹھائی تھی اور لا کر اپنے کمرے میں کپڑوں کی الماری میں رکھ دی تھی، جس کام کے لیے اس نے یہاں تک لائی تھی اب اس کے استعمال کا وقت آ گیا تھا۔

"رکو وہیں پہ میرے قریب مت آنا ورنہ میں برا حشر کروں گی خود بھی مر جاؤں گی اور تمہیں بھی زندہ نہیں چھوڑوں گی۔" وہ چھری تانے شیرنی لگ رہی تھی، سلیمان نے اس صورت حال کا خواب میں بھی تصور نہیں کیا تھا، اسے تو کچھ سمجھ ہی نہیں آ رہی تھی۔

"یہ کیا کر رہی ہو پھینک دو اس کو کہیں تمہیں نقصان نہ پہنچ جائے۔" وہ حریم کی وارننگ کو کسی خاطر میں نہیں لایا اور چھری لینے کے لیے اس کی طرف بڑھتا گیا تب اس سے چھری چھیننے سے پہلے ہی حریم نے اپنی الٹی کلائی پہ چھری سے پے در پے جنونیوں کی طرح مارنی شروع کر دی۔

سلیمان ایک جست میں اس تک پہنچا اور چھری چھیننی چاہی، حریم میں بلا کی طاقت عود کر آئی تھی اس وقت اسے کسی درد اور تکلیف کا احساس تک نہیں ہو رہا تھا۔ سلیمان نے اس کے دونوں ہاتھ پکڑ کر اسے عمل خود پہ سے روکنا چاہا، اسی کشمکش میں چھری اس کے ہاتھ سے گری اور حریم کی گرفت سے چھوٹ گئی۔

حریم کی کلائی سے بڑی تیزی سے خون بہہ رہا تھا، سلیمان سخت پریشان تھا اس غیر متوقع صورت حال کو برداشت تو کر رہا تھا، گھر مہمانوں سے بھرا ہوا تھا، اگر اس وقت جو کچھ ہوا اس کی بھنک بھی کسی کے کان میں پڑتی تو بدنامی لازمی ہوتی۔

حریم کی حرکات اب سست ہو رہی تھیں، لگتا تھا اب کسی بھی لمحے وہ ہوش و خرد سے بیگانہ ہونے والی تھی، اس سے پہلے وہ کارپٹ پہ اوندھے منہ گرنے لگی تھی کہ سلیمان نے دونوں بازوؤں میں اسے سنبھالا، اب جو بھی کرنا تھا اسی کو کرنا تھا، حریم کی کلائی سے خون ابھی بھی بہہ رہا تھا اس نے فوراً کچھ سوچا اور عمل بھی کر لیا۔

اس نے شجاع بھائی کا نمبر ڈائل کیا۔

"بھائی آپ اسی وقت رخنا بھابھی کو لے کر میرے بیڈ روم میں آ جائیں اور اپنے ساتھ فرسٹ ایڈ بکس بھی لے آئیں ابھی فوراً۔" اس نے سلام دعا کے بغیر کہا اور ان کے جواب کا بھی انتظار نہیں کیا ساتھ ہی فون بند کر دیا۔

شجاع تین منٹ میں رخنا کے ساتھ اس کے بیڈ روم میں بے ہوش پڑی حریم کے روبرو تھے، یہ سوال جواب کا وقت نہیں تھا صورت حال کی نزاکت

کو محسوس کرتے ہوئے شجاع فوراً اپنے کام میں مصروف ہو گیا، حریم کے بازو کی بینڈیج مکمل کرتے اس نے رخنا کو دودھ گرم کر کے لانے کو کہا، وہ بے آواز باہر نکل گئی۔

اس نے دودھ گرم کرتے ہوئے دل سے دعا کی، اس کی واپسی تک شجاع حریم کو ہوش میں لا چکا تھا، اس نے گرم دودھ حریم کو پلانے کا اشارہ دیا۔

"اس کے بعد پین کلر دینی ہے کیونکہ اس نے کھایا کچھ نہیں ہے۔" رخنا کی سوالیہ نگاہوں کے جواب میں اس نے وضاحت کی، رخنا نے چمچے کے ساتھ دودھ تھوڑا تھوڑا کر کے اس کے منہ میں ڈالا، دودھ کے بعد شجاع نے اسے پین کلر کھلائی اور پھر رخنا کو اس کے کپڑے بدلنے کا اشارہ دیا، خود حریم میں واقعی اتنی طاقت نہیں تھی کہ خود سے اکیلے کپڑے بدل سکتی۔

رخنا نے اس کے لیے سوٹ کا انتخاب کیا، حریم نحیف سی کوشش کر رہی تھی مسلسل نا نا کر رہی تھی، ساتھ ہی اس کے پپوٹے بھاری ہو رہے تھے کچھ ہوش اور کچھ بے ہوشی کے درمیان رخنا نے اس کے کپڑے بدلوانے میں ہیلپ کی، شجاع اور سلیمان پہلے ہی باہر نکل گئے تھے کہ وہ آرام سے چینج کر سکے، رخنا باہر نکلی تو اس کا چہرہ بہت سنجیدہ تھا۔

جانے سے پہلے اس نے گندے کپڑے سے کارپٹ صاف کر کے بیڈ شیٹ بھی بدل دی تھی، کیونکہ وہ نہیں چاہتی تھی کہ کل کسی کو بھی باتیں بنانے کا موقع ملے۔

شجاع اور سلیمان نیچے پہ بالکل خاموش کھڑے تھے، نہ شجاع نے کچھ پوچھا تھا نہ سلیمان نے کوئی لفظ زبان سے نکالا تھا، شجاع اس کی پریشانی اور کیفیت خوب اچھی طرح سمجھ رہا تھا تب ہی اس نے کچھ بھی پوچھنے سے فی الحال گریز ہی کیا تھا۔

شجاع نے پین کلر کے ساتھ ایک نیند کی گولی بھی حریم کو دی تھی تاکہ وہ آرام سے سو جائے، رخنا بھی ان دونوں کی طرف چلی آئی۔

"حریم سو گئی ہے؟" شجاع نے آہستہ سے پوچھا تو اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

"اس کے سارے جسم پہ نیل پڑے ہوئے ہیں، ٹانگوں اور کمر پہ زخم بھی ہیں، میں تو حیران ہوں کہ وہ برداشت کیسے کر رہی تھی، اتنا بھاری جوڑا پہن کر بیٹھنا اس حالت میں، میں تو تصور بھی نہیں کر سکتی۔" رخنا نے کانوں کو ہاتھ لگائے۔

"سلیمان تم بھی جا کر سو جاؤ، اگر اس وقت کسی نے تمہیں یہاں دیکھ لیا تو جانے کیا سوچے گا۔" شجاع نے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھا۔

"بھائی آپ کسی سے ذکر مت کیجئے گا اور بھابھی آپ بھی، میں اس وقت بہت اپ سیٹ ہوں، آپ ممی اور پاپا کو بھی مت بتایئے گا میں نہیں بتا پاؤں گا۔" گریس سا وہ جوان اس وقت بہت پریشان لگ رہا تھا۔

"ڈونٹ وری تمہاری اور ہماری عزت الگ الگ نہیں ہے، تم بھول جاؤ اس بات کو کہ کسی کو کچھ پتہ ہے، اب جا کے سو جاؤ کل آرام سے بات کریں گے اس پہ، میں ساری سچویشن کو ہینڈل کرنے میں تمہاری مدد کروں گا۔" شجاع نے دلاسہ دیا، رخنا اور شجاع اسے پریشان نہ ہونے کی تلقین کر کے اپنے کمرے میں چلے گئے، اسے پریشانی میں تنہا چھوڑ کے۔

حریم زخمی کلائی سینے پہ رکھے بے خبری کی گہری نیند سو رہی تھی وہ اس وقت کچھ بھی نہیں سوچنا چاہتا تھا، مگر دماغ تھا کہ سوال و جواب کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔

اس کے ہاتھ پہ بھی چھری لینے کی کوشش

میں اچھا خاصا زخم لگ گیا تھا، جس پہ اس نے اس وقت رومال باندھ لیا تھا، اب رومال اتار کر اس نے اپنے ہاتھ کو دیکھا، ہتھیلی پہ ٹھیک ٹھاک گہرا کٹ لگا تھا، اپنے ہاتھ کو بغور دیکھتے ہوئے ایک تلخ سی مسکراہٹ اس کے لبوں پہ در آئی۔

"تو سلیمان صاحب! یہ ہے آپ کی نئی زندگی کی شاندار شروعات۔" اس کی نظر بے خبر سوئی ہوئی حریم پہ جا رکی، اس وقت وہ جانے کیوں اتنا تلخ ہو رہا تھا۔

حریم بے خبری کی نیند سو رہی تھی، صبح کے دس بج رہے تھے، سلیمان اسے اسی طرح سوتا چھوڑ کر فریش ہو کر باہر نکلا، اس کا رخ رعنا بھابھی کے کمرے کی طرف تھا، ثوبیہ اور سعید اس کے اٹھنے کے انتظار میں تھے۔

"بھابھی آپ جا کر حریم کو دیکھ لیں اور سمجھا بھی دیں۔" شجاع بھائی کی موجودگی میں وہ کھل کر نہیں بول پا رہا تھا، رعنا نے اثبات میں سر ہلایا تو وہ مطمئن ہو کر مما پاپا کی طرف آ گیا، ثوبیہ نے ہمیشہ کی طرح اس کے ماتھے پہ پیار دیا اور پاس ہی بٹھا لیا۔

"میں تمہاری طرف آنے ہی والی تھی حریم جاگ گئی ہے؟"

"نہیں مما اس کی طبیعت کچھ ناساز ہے سو رہی ہے۔" ان کے سوال پہ اس نے وضاحت کی جو کچھ نامکمل لگ رہی تھی تب ہی رعنا بھابھی ادھر آ گئی اور اس کی مشکل آسان کی۔

"مما آپ کو آنٹی آمنہ نے بتایا ہی تھا حریم کے گرنے کا اور پھر چوٹ لگنے کا، کل سارا دن وہ بے آرام رہی اسی وجہ سے شاید اسے رات بخار ہو گیا، کافی تیز تھا، شجاع نے میڈیسن دی ساتھ سلیپنگ پلز بھی دی تا کہ حریم کی نیند پوری ہو جائے اور طبیعت بھی ٹھیک ہو جائے، اسی وجہ سے ابھی تک وہ سو رہی ہے۔" رعنا نے بڑی خوبصورتی سے بات بنائی تھی، ثوبیہ نے اسے شاکی نظروں سے دیکھا۔

"جب بچی کی طبیعت اتنی خراب تھی تو مجھے بتایا کیوں نہیں؟"

"مما آپ کی تھکن اور پریشانی کی وجہ سے نہیں بتایا کیونکہ آپ چھوٹی چھوٹی بات کی ٹینشن لیتی ہیں پھر شجاع نے بھی منع کر دیا تھا کہ مما کو بے آرام نہ کرنا۔"

سلیمان نے تشکر بھری نظروں سے ان کا شکریہ ادا کیا، کتنی بڑی مشکل سے بھابھی نے اسے بچا لیا تھا، سلیمان نے ناشتہ مما پاپا کے ساتھ ہی کیا، رعنا دو تین بار حریم کو دیکھ آئی تھی، وہ اسی طرح سو رہی تھی۔

صد شکر کے ولیمے میں دو دن کا وقفہ تھا تب تک حریم کی طبیعت بھی ٹھیک ہو جاتی، دوپہر دو بجے کے بعد اس کی آنکھ کھلی، اسے نقاہت کا احساس ہوا جو ذہن کے پوری طرح بیدار ہو جانے کے بعد ختم ہو گیا، اسے رات کی سب باتیں یاد آ گئیں، تب وہ کروٹ بدل کر اٹھ بیٹھی، کلائی میں درد کا شدید احساس بیدار ہوا، رات شجاع نے زخم صاف کر کے صرف پٹی باندھی تھی، آدھی رات کو وہ اسے ہاسپٹل نہیں لے جا سکتا تھا ورنہ اس کی کلائی پہ ٹانکے لگنے تھے کیونکہ اس نے جنون کے عالم میں چھری خود کو ماری تھی اور زخم بھی اچھے خاصے آئے تھے۔

وہ پاؤں بیڈ سے لٹکائے جوتوں کی تلاش میں نظر ادھر ادھر دوڑا رہی تھی کہ تب ہی دروازہ کھول کر رعنا اندر آئی۔

"السلام علیکم! جاگ گئی، طبیعت کیسی ہے؟ آؤ میں باتھ روم تک لے جاتی ہوں منہ ہاتھ دھو کر فریش ہو جاؤ پھر ناشتہ کرو، مما بہت پریشان ہیں تمہاری طبیعت کا سن کر، کپڑے بدل لو، اسے

پہلے میں شجاع کو بھیجتی ہوں تمہاری بینڈیج کر دے۔" ایک ہی سانس میں وہ اتنی ساری باتیں اسے کہہ گئی، مگر حریم کے چہرے پہ جامد تاثرات دیکھ کر اندر ہی اندر خائف سی ہو گئی مگر ہمت نہیں ہاری۔

"میں تمہارے کپڑے نکالتی ہوں ایزی بھی ہیں اور فینسی بھی تمہیں کم از کم درد نہیں ہو گا۔" وہ عام سے لہجے میں کہہ رہی تھی مگر حریم کچھ اور ہی سوچ رہی تھی کیا اس نے میرے بدن پہ زخم اذیتوں کے نشان دیکھ لئے ہیں۔

رعنا نے اس کی خاموشی کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے الماری کھول کر اس کا ایک سوٹ نکالا، میرون کلر کا یہ سوٹ بھاری بھرکم تو بالکل بھی نہیں تھا ہلکے پھلکے کام سے مزین نہایت اسٹائلش سا جوڑا تھا۔

"یقیناً یہ محترمہ بہت سمجھدار ہیں۔" حریم نے دل میں اسے سراہا اور پھر خاموشی سے کپڑے لے کر باتھ روم میں چلی گئی، کل کی طرح اس نے رعنا کی مدد کی آفر قبول نہیں کی تھی۔

وہ فریش ہو کر باہر آئی تو شجاع صوفے پہ بیٹھا اس کا انتظار کر رہا تھا۔

"السلام علیکم! محترمہ حریم سلیمان صاحبہ، کیسی طبیعت ہے اب، رات تو میں ڈر ہی گیا تھا۔" شجاع کا انداز اپنائیت بھرا تھا، اس نے بادل نخواستہ سلام کا جواب دیا۔

"آؤ میرے پاس بیٹھو میں بینڈیج کرتا ہوں پھر ناشتہ کر لو۔" وہ صوفے پہ اس کے پاس ٹک گئی، اتنے میں رعنا بھی ناشتے کی ٹرے لے کر آ گئی، شجاع نے بینڈیج مکمل کی تو حریم نے آستین نیچے کر لی، رعنا نے اس کے لئے جو سوٹ نکالا تھا اس کی قمیص کی آستین پوری تھی، اس طرح اس کا پردہ تو رہ ہی جانا تھا عارضی طور پہ، شجاع نے اپنے سامنے اسے ناشتہ کرایا وہ اس ناں ہی کرتی رہ گئی۔

مگر شجاع کی اپنائیت اور خلوص بھری محبت کے آگے اس کی ایک نہ چلی، ناشتے کے بعد اسے میڈیسن دے کر شجاع کو کچھ سکون ہوا۔

پھر ثوبیہ سعید، تائی امی، چھوٹی چچی اور دیگر رشتہ دار سب ہی اس کے بیڈ روم میں جمع ہو گئے، ثوبیہ بہت فکر مند تھی۔

"نظر لگ گئی ہے میرے سلیمان کی دلہن کو، کل بھی تو اتنی پیاری لگ رہی تھی، رونق بھی خوب ہوئی، میکے چھوٹنے کا غم تو ہوتا ہے نا، تب ہی تو رات بخار چڑھا بیٹھی۔" وہ اسے نظروں میں رکھتے ہوئے تائی امی کو بتا رہی تھی۔

حریم کے سر میں درد ہو رہا تھا، پہلے ثوبیہ نے اس کی نظر اتروائی اور پھر سب کو اس کے کمرے سے باہر لے گئی تا کہ وہ آرام کرے۔

تب حریم نے پہلی بار ان سب کے بارے میں سوچا، پوری فیملی کتنی فکر مند تھی اس کے واسطے، کیا وہ بھی ایک دن اور صرف ایک رات میں کسی کے لئے اتنی اہم ہو سکتی ہے کہ اس کے لئے پریشان ہو جائے؟

رات کے بعد سے اب تک اس نے سلیمان کو پھر دوبارہ نہیں دیکھا، اس نے کل رات اپنے ساتھ جو کیا اس پہ اسے کوئی ندامت یا شرمندگی نہیں تھی بلکہ عجیب سی خوشی کا احساس ہوا تھا۔

"جب ہم خوش نہیں تو پھر کوئی اور کیوں ہو، جب ہمارے نصیب میں کوئی خوشی اور امید کی کرن نہیں تو کسی اور کے ہاں اجالا کیوں ہو، میں چھین لوں گی سب کے ہونٹوں سے مسکراہٹ، جینا عذاب بنا دوں گی، میں ایک اور آمنہ، منزہ، فری یا صبا نہیں بنوں گی۔" اندرونی خلفشار سے اس کا چہرہ سرخ ہو چکا تھا۔

نے یاسر کو فون کیا کہ مجھے لے جائیں، اس نے مصروفیت کا بہانہ کر کے فون بند کر دیا، تب سلیمان اسے گھر ڈراپ کر کے گیا، رات کے ساڑھے آٹھ بج چکے تھے، یاسر گھر پہ تھا اور اس کی تزئین فری بھی آئی ہوئی تھی۔

''آج تم بہت خوبصورت لگ رہی ہو۔''

چوہدری ریاض تھوڑا بہک رہا تھا۔

صبا ہوٹل سے گھر آئی تھی تب سے چوہدری اس کے حسن کے قصیدے پڑھ رہا تھا اور یہ قصیدے انتہائی تھرڈ کلاس اور بازاری قسم کے تھے، چوہدری کی قربت میں روز اول کی طرح اس کا دل اب بھی سہا ہوا تھا، وہ صبا کے ساتھ آج بھی لوٹ کے مال والا حساب کر رہا تھا، نہ جانے کتنا وقت گزر گیا اذیت کے اس سفر میں جب چوہدری نیند میں ڈوبا تب وہ اپنا آپ سمیٹ کر اٹھی اور باتھ روم تک آئی، کتنی دیر وہ شاور کے نیچے کھڑی رہی، پانی کے ساتھ ساتھ آنسو بھی اس کی آنکھوں سے نکل کر کہیں گم ہوتے گئے۔

کتنی نوخیز اور نازک بدن کی تھی وہ، نرم و ملائم شفاف جلد ایک معمولی سا بھی داغ دھبا تک نہیں تھا، اس نے اپنے دودھیا بازوؤں کو دیکھا، جہاں چھوٹے چھوٹے دانے نکل رہے تھے، باقی جسم پہ بھی اسے کتنے ہی دانے نمایاں ہو رہے تھے۔

اسے کتنی ہی بار یہ عجیب سا احساس ہوا تھا کہ جیسے چوہدری اپنے اندر کی غلاظت اس پہ انڈیل کر اسے بھی اپنی طرح آلودہ کر رہا ہے کیونکہ ایسے دانے وہ چوہدری ریاض کے جسم پہ بھی دیکھ چکی تھی۔

رات کے زہر سے ریخے ہیں
صبح کے ہونٹ کتنے نیلے ہیں
زیست پہ تیرے جبر سے تیں

پانیوں پہ ہوا کے نیلے ہیں
ریزگی کا عذاب سہنا ہے
خوف سے سارے پیڑ پیلے ہیں
دست خوشبو کرے مسیحائی
ناخن گل نے زخم چھیلے ہیں
عشق سورج سے وہ بھی فرمائیں
جو شب تار کے دکھیلے ہیں
خوشبو میں پھر نہ پھر نہ جن کے نسب
ابھی آنچل ہوا کے کھیلے ہیں

فری گھر آتے ہی واش روم کی طرف بھاگی، اسے شدید متلی کا احساس ہو رہا تھا، کھایا پیا سب الٹ کر باہر آ گئی، طبیعت اس کی پچھلی مہینے سے ہی خراب تھی، کمزوری کا احساس ہوتا اور چکر آتے، اس نے کتنی بار یاسر سے کہا کہ مجھے ڈاکٹر کے پاس لے جائیں جواباً وہ آج کل کر کے ٹال جاتا اور صرف نور بانو کو بھی اس کی خاص پروا نہیں تھی، گویا گھر والوں کے نزدیک وہ کوئی بالکل ہی غیر ضروری چیز تھی۔

''کس کے ساتھ آئی ہو؟'' وہ واش روم سے باہر نکلی تو نڈھال تھی اوپر سے نور بانو کے تیور بگڑے ہوئے تھے۔

''میں سلیمان بھائی کے ساتھ آئی ہوں وہی چھوڑ کر گئے ہیں۔''

''ہونہہ۔'' اس کی ساس نے آنکھیں گھمائیں۔

''سنتے ہو بیا اپنے بہنوئی کے ساتھ آئی ہے، ہم مر گئے ہیں جو اس کے ساتھ آئی تم، کیوں ہمیں ذلیل کرتی ہو ہر ایک کے سامنے، لوگ کیا کہتے ہوں گے۔'' نور بانو اسٹارٹ ہو گئی تھی، وہ گھبرا گئی۔

''نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے میں نے یاسر کو فون کیا تھا انہوں نے کہا میں بزی ہوں تب

مسکن دوا کے زیر اثر وہ دوپہر کے بعد پھر کافی دیر سوتی رہی، رات کے کھانے کے لئے رخنا نے اسے بمشکل جگایا، ثومیہ کافی دیر اس کے پاس بیٹھی رہی ان کے خیال میں وہ ٹینشن کے ماحول کی وجہ سے پریشانی کا شکار تھی، رات والا واقعہ ان کے علم میں نہیں تھا نہ ہی ان تینوں نے تنا مت سب تصور کیا تھا، انہیں بس اتنا پتہ تھا کہ حریم کو بخار ہے، وہ اسے اپنا خیال رکھنے کی بھرپور تلقین کر کے رخصت ہوئیں تو اس نے سکون کا سانس لیا اور تکیے پہ سر ٹکا کر لیٹ گئی، رخنا اسے دودھ کے ساتھ دوائی لینے کی یاد دہانی کروانا بھولی نہیں تھی۔

کافی دیر بعد سلیمان اپنے کمرے میں آیا تو حریم پریشان سی ہوئی، وہ کوئی بات کیے بغیر کپڑے بدلنے لگا، فریش ہو کر وہ صوفے پہ جا بیٹھا، اس کے تاثرات سے لگ رہا تھا کہ وہ پریشان ہے، حریم کو کمینی سی خوشی کا احساس ہوا، اسے لگ رہا تھا کہ اس نے جس کھیل کا آغاز کیا ہے اس کا اختتام اس کی توقع کے عین مطابق ہو گا، وہیں صوفے پہ بیٹھے بیٹھے سلیمان نے اپنے ایک دوست فرحان کو کال کی، حریم کی سماعتیں اسی کی طرف متوجہ تھیں۔

''اب آپ کی طبیعت کیسی ہے؟'' فون بند کر کے وہ اس کی طرف متوجہ ہوا۔

''پہلے سے ٹھیک ہے۔'' وہ آہستگی سے بولی۔

''بازو میں درد تو ہوتا ہوگا؟''

''جی!''

''اور باقی زخم؟'' سلیمان کا انداز و لہجہ سادہ ہی تھا مگر حریم گھبرا سی گئی۔

''باقی تو کہیں بھی زخم نہیں ہے۔'' اس نے صاف جھوٹ بولا تو سلیمان نے کندھے اچکا دیئے۔

''آپ آرام کریں طبیعت ویسے بھی ٹھیک نہیں ہے آپ کی۔'' بیڈ کی دوسری سائیڈ پہ پڑا تکیہ اٹھا کر اس نے سر کے نیچے رکھا اور اس کی طرف کروٹ لے کر لیٹ گیا، حریم کھسک کر بالکل دوسرے کونے پہ ہو گئی، وہ کچھ سوچ رہی تھی۔

''مجھے شاید طبیعت کی خرابی کی وجہ سے خاموش رہنا تھا، پل رہی ہیں بعد میں یہ لوٹ جائے میرے ساتھ کیا کریں؟ کسی مصلحت کی وجہ سے نرمی برت رہے ہوں گے ورنہ ان اتنا اچھا ہے اس زمانے میں۔'' اس کی نگاہ سلیمان کی طرف بے ارادہ اٹھی، جو اس کی طرف پیٹھ کیے سو رہا تھا۔

''چلو، دیکھتے ہیں کل کیا ہوتا ہے۔'' اسی اندیشہ پہ سوچتے سوچتے اسے بھی نیند آ گئی۔

ولیمہ ہوٹل میں تھا بھابی کو پورا تو جھنٹ اپنا نے ہی جھیلنی کی تکلیف ہاں بعد تک کر وہی تھی، اور گیارہ کی سمیت اس کے سب گھر والے آئے تھے، وہ تو کچھ دیر کے بعد چلے گئے مگر باقی ادھر ہی رہے۔

سلیمان بھی اسٹیج پہ اس کے ساتھ بیٹھا سب کے شریر فقروں کا برجستہ جواب دے رہا تھا، حریم اس روز کی طرح آج بھی خاموش سی تھی، فری اور صبا دونوں اس کے ساتھ تھیں، سلیمان کے تاثرات سے کسی بھی گڑبڑ کا شائبہ تک نہیں تھا، صبا نے سکون کا سانس لیا، رخنا بھی حریم کے آس پاس ہی رہی۔

صبا بھی چوہدری ریاض کے ساتھ جلدی گھر لوٹ گئی، فری ولیمے کے بعد حریم کے ساتھ اس کی سسرال آئی اور بعد میں یہاں سے اپنے گھر گئی۔

حریم کی سسرال میں سب کا رویہ فری کے ساتھ بھرپور گرمجوشی لیے ہوئے تھا، شام کو اس

سلیمان بھائی نے خود کہا کہ میں چھوڑ آتا ہوں۔" اس نے وضاحت کی مگر وہ کوئی بات بھی سننے کو تیار نہ تھی۔

اونچی اونچی آوازیں سن کر یاسر اور فرح بھی چلے آئے، اب صورت حال یہ تھی کہ وہ روتے ہوئے صفائی دے رہی تھی اور نور بانو برس رہی تھی، اب تو یاسر بھی شامل ہو چکا تھا۔

"میں کہتی ہوں طلاق دے کر چلتا کرو اسے، ورنہ یہ جونک تمہاری جان نہیں چھوڑے گی۔" یاسر نے تو جیسے پوچھ کر اس کے سر ڈال دیا اور یہ بجلی گرائی جس پہ قفل آنے کا دور دور تک امکان نہیں۔" نور بانو کے منہ سے طلاق کا لفظ سن کر وہ بری طرح لرز اٹھی، طلاق کا مطلب تھا دوبارہ اسی گھر میں جانا جہاں انور گیلانی کے دل میں اس کے لیے کوئی گنجائش نہیں تھی، اس سے بہتر تھا وہ یہاں رہ کر نور بانو کی مسلسل باتیں سن لیتی۔

"نہیں میں یہاں سے کہیں نہیں جاؤں گی پلیز یاسر مجھے طلاق مت دینا، میں نوکرانی بن کر زندگی گزار لوں گی مگر یہاں سے کہیں نہیں جاؤں گی۔"

اس کے لفظ لفظ میں التجا تھی۔

"میں تم سے تنگ آ گیا ہوں امی ٹھیک کہہ رہی ہیں۔"

"نہیں یاسر پلیز ایسا مت کرو ورنہ میں اپنے ہاتھوں اپنی زندگی کا خاتمہ کر لوں گی۔"

"تو کر لو زندگی کا خاتمہ ویسے بھی تم سے یا تمہارے گھر والوں سے ہمیں کیا سکھ ملے ہیں۔" نور بانو ہاتھ نچا کر بولی، آج ان ماں بیٹے کی آنکھوں میں اس کے لیے رحم کی کوئی رمق نہیں تھی، فرح اس ہنگامے کے عروج پہ پہنچتے ہی چلی گئی تھی۔

"ٹھیک ہے آپ کی خوشی کے لیے یہ بھی کر سکتی ہوں۔" اسے اچانک ہی زندگی بے معنی لگنے لگی۔

"تو کرو ناں کیوں نہیں کر رہی ہو۔" نور بانو کا انداز تحریک دلانے والا تھا۔

سدا کی بزدل فری بھاگ کر کچن میں گھسی اور سامنے چولہے کے پاس پڑی ماچس اٹھا کر جلائی، اس نے پہلی تیلی جلا کر اپنے اوپر پھینکی، اسے پہلے کہ وہ دوسری جلا کر یہ عمل دہراتی، یاسر بھاگ کر اس کے پاس پہنچا۔

"بہت شوق ہے تمہیں مرنے کا ہے ناں تو تمہاری یہ حسرت میں آج پوری کر دیتا ہوں۔" یاسر نے ماچس سے دیا سلائی نکال کر اس کے کپڑوں کو آگ دکھا دی، وہ حیرت کی زیادتی سے وہیں گویا منجمد ہو گئی، یاسر نے ساتھ ہی چولہا بھی کھول دیا، اس نے فری کو پکڑ کر جلتے چولہے پہ جھکا دیا، چولہا زمین پر پڑا تھا، ریشمی کپڑوں اور فری کے بالوں نے فوراً ہی آگ پکڑ لی، اس کا سینہ اور منہ براہ راست آگ کی لپیٹ میں آ چکا تھا اس کے پیچھے یاسر کچن سے جا چکا تھا، فری نے چیخ ماری، اس کے سارے کپڑے جل چکے تھے۔

یاسر نے باہر نکل کر کچن کے دروازے کو کنڈی لگا دی، نور بانو نے سب چپ چاپ آنکھوں سے دیکھا اور زبان سے ایک لفظ بھی نہیں نکالا، گویا وہ بھی بے زبان خوشی اس کی حمایتی تھی، فری کی چیخیں آسمان کو چھو رہی تھیں، آس پاس سے لوگ صورت حال جاننے کے لیے ان کے گیٹ پہ جمع ہو کر دروازہ پیٹنے لگے، تب یاسر نے بھاگ کر کچن کا دروازہ کھولا، فری کی جدوجہد دم توڑ گئی تھی ادھر نور بانو نے گھر کا داخلی دروازہ بھی کھول دیا، پڑوسی اندر آ گئے، فری بے ہوش تھی، ساتھ والے مرزا صاحب نے فوراً اپنی گاڑی نکالی، فری کو کمبل میں لپیٹ کر گاڑی میں ڈالا گیا، یاسر اور نور بانو مرزا صاحب کے ساتھ ہی بیٹھ گئے، یاسر کے ابو شہر سے باہر تھے انہیں اس حادثے کا پتہ نہیں تھا۔

یاسر نے قریبی ہاسپٹل میں چلنے کو کہا، یہاں کا ایک ڈاکٹر اس کا کلاس فیلو رہ چکا تھا، تعلیم مکمل کرنے کے بعد دونوں نے عملی زندگی میں اکٹھے ہی قدم رکھا تھا، یاسر کا وہ بہت گہرا دوست تھا اور ابھی تک یہ دوستی برقرار تھی، دونوں پہلے کی طرح ملتے جلتے تھے، ایک دوسرے کے گھروں میں آنا جانا تھا۔

یاسر مرزا صاحب کو اس حادثے کے بارے میں بتا رہا تھا۔

"میں باتھ روم میں نہا رہا تھا جب فری کی چیخوں کی آواز آئی تب میں جیسے تیسے کپڑے پہن کر کچن میں پہنچا تو اسے آگ لگی ہوئی تھی مجھے تو کچھ سمجھ ہی نہیں آئی یہ سب کیسے ہوا، اماں بھی اپنے کمرے میں ٹی وی دیکھ رہی تھیں جب تک ہم اس کے پاس پہنچے آگ اپنا کام دکھا چکی تھی، میں نے کمبل اس کے اوپر پھینکا، اتنے میں آپ سب آ گئے، میرا تو دل و دماغ ماؤف ہو رہا ہے، اچانک یہ کیا ہو گیا ہے، وہ اچھی بھلی اپنی بہن کے ولیمے سے ہو کر وہاں سے واپس آ کر کچن میں کھانا بنانے چلی گئی، نہ جانے آگ کیسے لگی، شاید پائپ لیک کر رہا تھا، کل بھی وہ مجھ سے شکایت کر رہی تھی کہ جب بھی چولہا کھولو گیس کی بو آتی ہے، مجھے کیا پتہ تھا یہ سب ہو گا ورنہ میں پائپ بدل دیتا۔" یاسر کے الفاظ میں کسی جھوٹ یا بناوٹ کا شائبہ تک نہیں تھا، نور بانو بھی مسلسل آنسو بہا رہی تھی، مرزا صاحب نے گاڑی ہاسپٹل کے گیٹ پہ روکی۔

یاسر نے راستے میں اپنے دوست ڈاکٹر زاہد کو فون کر دیا تھا، وہ اس وقت ہاسپٹل میں ہی تھا، فری کو اسی وقت ایمرجنسی میں لے جایا گیا، باہر یاسر پریشانی کے عالم میں ٹہل رہا تھا، فری کا بیان اسے پھانسی کے تختے تک پہنچا سکتا تھا۔

"کاش فری مر جائے، ورنہ میں مارا جاؤں گا۔" اس نے دل کی گہرائیوں سے دعا کی، نور بانو اس سے زیادہ پریشان تھی، اس نے فری کے گھر والوں کو کوئی اطلاع بتانے سے منع کر دیا تھا۔

رات کا کھانا حریم نے ان سب کے ساتھ ہی کھایا، ہوٹل میں بھی اس نے چند لقمے ہی لیے تھے، ابھی بھی بھوک نہیں تھی مگر سب ہی باری باری اصرار کر رہے تھے اس نے بے دلی سے تھوڑی سی بریانی پلیٹ میں نکالی اور کھانے لگی، وہ سب ہنس بول رہے تھے مگر حریم سر جھکائے کھانے میں لگی رہی، کھانے کے بعد رعنا نے سب کو گرین ٹی سرو کی۔

سب نے حریم کی مسلسل خاموشی سے یہ سمجھا کہ شاید وہ تھک گئی ہے، تب ہی انہوں نے رعنا سے کہا کہ وہ حریم کو کمرے میں لے جائے، سلیمان گھر والوں کے ساتھ ہی بیٹھا تھا۔

شجیع اور رعنا نے اسے کچھ نہیں پوچھا تھا، شاید وہ انتظار کر رہے تھے کہ سلیمان خود ہی بولے، پھر دو دن ولیمے کے انتظامات کرنے میں ایسے گزرے کہ انہیں اکٹھا مل بیٹھنے کا موقع ہی نہیں ملا، مگر آج سلیمان کا دل کر رہا تھا کہ سب بتا دے، باتوں باتوں میں کافی وقت گزر گیا، تب رعنا نے سلیمان کو بھی اپنے کمرے میں جانے اور ان سب کو بھی اٹھنے کا اشارہ کیا، سلیمان تھکے قدموں سے سیڑھیاں چڑھنے لگا، اس کا روم اوپر تھا، اس کا خیال تھا کہ حریم سو چکی ہو گی کیونکہ اس کے پاس طبیعت کی خرابی کا جواز موجود تھا، سلیمان کے دماغ میں جیسے آندھی سی بھر گئی تھی، سیڑھیاں چڑھتے ہوئے سلیمان نے کوٹ اتارا اور نیچے پہنی ہوئی شرٹ کے بٹن کھولے تھے۔

وہ صوفے پہ بیٹھی اپنی کلائیوں کو بغور دیکھ رہی تھی، ولیمے کا جوڑا اب اس کے جسم پہ نظر نہیں

رہا تھا۔ ہلکا پھلکا سا پنک سوٹ پہنے ہوئے تھی وہ پاس ہی سونے کی چوڑیاں اور کنگن دھرے تھے شاید اس نے ابھی ابھی اتارے تھے کیونکہ باقی زیور بھی پاس ہی رکھا تھا۔

دوپٹہ بے پروائی سے حریم کے دائیں شانے پہ جھول رہا تھا اور باقی صوفے کی بیک پہ پھیلا تھا، سلیمان کو دیکھ کر اس نے فوراً دوپٹہ سر پہ لینے کی کوشش کی، اسی کوشش میں اس کی کلائی میں درد کی ٹیسیں اٹھنے لگیں۔

سلیمان نے ہاتھ میں پکڑا کوٹ اور ٹائی صوفے پہ اچھالیں ساتھ ہی شرٹ بھی پھر پاؤں میں پہنے شوز اور جرابیں اتارے، آج اس نے ابھی تک حریم سے طبیعت کا نہیں پوچھا تھا، جب وہ صوفے پہ اس کے مقابل بیٹھا تو تب پہلی بار حریم کو ڈر لگا کیونکہ آج اس کے تیور غیر معمولی تھے۔

منزہ بری طرح رو رہی تھی، کتنے گھنٹوں سے اس کی یہی کیفیت تھی، آمنہ پہلے اس کے پاس رہی تھی، اسے بہلاتی اور دلاسے دیتی وہ وضاحتیں کرتی اس کی کمزوری ماں، اسے اپنی ماں پہ آج بے تحاشا ترس آیا، ساری عمر شوہر اور بچوں کے پیچھے ہلکان ہوتی رہی خدمتیں کرتی رہی حالات کی سختیاں سہتی رہی مگر آج بھی انور گیلانی کے نزدیک اس کی کوئی حیثیت اور وقعت نہیں تھی۔

آج منزہ پہ پھر دورہ پڑا تھا اور تمام دنوں سے زیادہ شدید تھا، وہ پوری قوت سے گلا پھاڑ کر چیخ رہی تھی، جسم تکلیف کی زیادتی سے بری طرح بل کھا رہا تھا۔

انور گیلانی زور زور سے بولتے منزہ کے پاس آئے، آمنہ پہلے ہی ماں کے پاس بیٹھی بے بسی سے دیکھ رہی تھی۔

"کیا تماشا لگا رکھا ہے اس نے، سمجھتی نہیں ہو اس کو، جونکوں کی طرح خون چوس رہی ہے میرا، تنگ آ گیا ہوں، موت بھی نہیں آتی اس کو، یا تم لوگ مر جاؤ یا میں، لیکن چھوڑو میری جان، زندگی عذاب بنا دی ہے اس نے۔" وہ زور سے دھاڑے تو آمنہ سہم گئی۔

"انور صاحب طبیعت خراب ہے اس کی۔" وہ کمزور سی آواز میں دفاع کر رہی تھی۔

"خوب جانتا ہوں میں اس کی طبیعت کی خرابی کو، ڈھونگ رچا رکھا ہے، جان بھی نہیں چھوڑتی۔" وہ غصے سے بکتے جھکتے باہر نکل گئے۔

منزہ اس کیفیت میں بھی ان کا کہا ایک ایک لفظ خوب سمجھ گئی تھی خاص طور پہ آخری جملہ "جان بھی نہیں چھوڑتی" اس کے دل و ذہن کو چیر رہا، یاد آنے پہ اور بھی کرب سے دوچار کر رہا تھا۔

جب اس کی طبیعت سنبھلی تو وہ خوب روئی، اس کے ساتھ آمنہ بھی کرب میں تھی، اور صاحب تو دل کی بھڑاس نکالنے کے بعد سو چکے تھے مگر منزہ کا سکون غارت ہو گیا تھا، گزری زندگی کا ایک ایک پل اس کی یادوں میں محفوظ تھا، اس زندگی میں کوئی ایک لمحہ بھی ایسا نہیں تھا جو انور گیلانی کی محبت و شفقت سے معمور ہو، تب شدت سے اسے تہی داماں ہونے کا احساس ہوا۔

آمنہ اسے سوتا سمجھ کر جا چکی تھی، نمکین پانی منزہ کی آنکھوں سے بہتا ٹھوڑی سے ٹپکنے لگا، جب اسے یقین ہو گیا کہ اب اس کی آنکھوں میں ایک قطرہ بھی نہیں ہے تب وہ اپنے بکھرے حوصلوں کو جمع کر کے اٹھی، اسے بہت شروع سے ہی ڈائری لکھنے کی عادت تھی، اپنی زندگی کا ہر اہم واقعہ اس نے ڈائری میں قلم بند کر رکھا تھا، وہ آج کے دن کے بارے میں لکھنے لگی، لکھنے کے بعد اس نے کچھ دیر کے لئے آنکھیں بند کر لیں۔

پھر وہ اپنے کپڑوں کی الماری کی طرف گئی

اور وہاں سے اپنا دوپٹہ نکالا، یہ وہی دوپٹہ تھا جو پرپل سوٹ کے ساتھ تھا جو شادی کے بعد اس نے پہلی بار پہنا تو جواد نے دل کھول کر تعریف کی تھی، اس کے بعد اس نے کتنے ہی سوٹ پہن پہن کر رکھ لئے تھے، وہ وقت یاد آنے پہ ایک روشن سی مسکراہٹ لبوں کو چھو گئی، کبھی یہی دوپٹہ اوڑھنے پہ جواد کی طرف سے تعریف کی صورت میں اسے بہت خوشی ملی تھی، اب یہی دوپٹہ اور دل کو بہت بڑے غم سے دوچار کرنے والا تھا، اس نے وال کلاک پہ نگاہ دوڑائی جو رات کے ڈھائی بجے کا ٹائم بتا رہا تھا، دیوار کے ساتھ پڑی کرسی اٹھا کر اس نے کمرے کے وسط میں رکھی، پھر پرپل دوپٹہ اوڑھ کر آخری بار خود کو آئینے میں دیکھا، وہ دوبارہ کرسی کی طرف آئی اور اسے اٹھا کر پنکھے کے بالکل درمیان میں رکھا، اسے یقین تھا یہ ریشمی دوپٹہ اتنا مضبوط ہے کہ اس کی زندگی کی ساری کمزوریاں اور محرومیاں اپنے اندر چھپا لے گا، اس کا یہ یقین اتنا بے جا بھی نہیں تھا، وہ دن چالیس بہت دور سے تھے۔

عمر بھر کے لئے اب تو سوئی کی سرگوشی
معصوم شہزادیاں رو گئیں
نیند چلتے ہوئے ہاتھ ہی تھکنے لگے
وہ بھی جب آنکھ کی سوئیاں رہ گئیں
وہ ہوا تھی کہ کچے مکانوں کی چھت
اڑ گئی اور مکیں لاپتہ ہو گئے
اب تو موسم کے ہاتھوں خرابوں میں
اجڑے ہوئے بس خواب کی چتاں رہ گئیں
شہر گل میں ہواؤں نے چاروں طرف
اس قدر ریشمی جال پھیلا دیے
تھرتھراتے پروں میں شکستہ اڑانیں
سمیٹے ہوئے تتلیاں رہ گئیں
ابھی شہر کے اولیں شام ڈھلنے کی
پہ سے اپنے جو آتے گئے
جلتے خیموں کی بجھتی ہوئی راکھ پر
بال کھولے ہوئے بیبیاں رہ گئیں

حریم کو اس کی خاموش نگاہوں سے گھبراہٹ ہونا شروع ہو گئی، وہ بول کچھ بھی نہیں رہا تھا۔

"میرا خیال ہے اب آپ ٹھیک ہیں پہلے سے۔" بہت دیر بعد وہ بولا تو حریم کی پریشانی کم ہوئی۔

"میں اس رات والی آپ کی حرکت کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں۔" اب کی بار وہ بے انتہا سنجیدہ لگ رہا تھا۔

"میں آپ کو بتانے کی پابند نہیں ہوں۔" اس کے لہجے میں بے خوفی تھی، اسے پتہ تھا اگر اس نے پچھلے مرحلے پہ کمزوری دکھائی تو یہ چیز اس کے خلاف جائے گی۔

"مگر میں جاننے کا حق رکھتا ہوں۔" وہ اٹھنے لگی تھی جب سلیمان نے اس کے کندھوں پہ ہاتھ کا دباؤ ڈال کر بٹھا دیا۔

"میں نے کہا ناں میں پابند نہیں ہوں اور اگر آپ نے زبردستی جاننے کی کوشش کی تو میں کچھ کر ڈالوں گی۔" وہ اسی پرانی کیفیت میں آنے لگی، جس کیفیت میں اس نے خود کو نقصان پہنچایا تھا مگر اس بار وہ قائل نہیں تھا۔

"اونچی آواز میں مت بولنا اور کیا کرو گی بولو۔" سلیمان نے اس کے دونوں کندھے بھینچ لئے۔

"میں مر جاؤں گی۔"

"کیسے؟" سلیمان کا انداز تمسخرانہ تھا۔

"اس دن تمہارے پاس چھری تھی، آج کیا ہے؟ اب سمجھا تم لڑکیاں بڑی فنکار ہوتی ہو۔" اس نے حریم کا دوپٹہ اس کے وجود سے الگ کر کے دور اچھال دیا، وہ تڑپ کر مڑی، تو حریم کی

گردن کا پچھلا حصہ اس کے سامنے تھا، حریم کے کپڑے رحنا نے ہی ٹیلر سے سلوائے تھے اس وقت بھی وہ جو سوٹ پہنے ہوئی تھی اس کا پچھلا گلا جدید فیشن کے مطابق کافی گہرا تھا، حریم کی سفید جلد پہ سرخ نشان واضح نظر آ رہے تھے۔

''رحنا بھابھی نے بتایا تھا کہ تمہارے جسم پہ چوٹوں کے نشان ہیں۔ کچھ تو میں دیکھ چکا ہوں، یہ کیسے آئے ہیں؟'' اس نے حریم کے کندھوں سے بازو ہٹا لئے تھے۔ فطری طور پہ وہ رد عمل تھا کچھ اس کی حالت کا بھی احساس تھا سوائے کچھ دیر پہلے کا غصہ بھول گیا، اسے پہلے کہ وہ کوئی جواب دیتی، اس کے بیڈ روم کے دروازے پہ دستک ہوئی، سلیمان نے دروازہ کھول دیا، اس دوران وہ دوپٹہ اوڑھ چکی تھی، آنے والی رحنا اور ثوبیہ تھی۔

''حریم تم نے کپڑے تبدیل کرنے ہیں تو کر لو اور باہر آؤ۔'' دونوں بے انتہا سنجیدہ تھیں۔

''کیا ہوا ہے؟'' اسے کسی غیر معمولی صورت حال کا احساس ہوا۔

''کچھ خاص نہیں گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے بس ہاسپٹل جانا ہے۔'' رحنا بولی۔

''کون ہے ہاسپٹل میں کیوں جانا ہے۔'' اس کے دل نے ایک بیٹ مس کر دی۔

''تمہاری سسٹر فری ہے، یاسر صاحب کا فون آیا تھا کہ تمہیں بتا دوں، ہم سب بھی تمہارے ساتھ چل رہے ہیں۔'' رحنا جواب دے کر پیچھے ہٹ گئی، حریم نے انہی کپڑوں پہ چادر اوڑھی، اتنے میں سلیمان بھی پہنچ کر کے گاڑی اسٹارٹ کر چکا تھا۔

فری کا چہرا مکمل طور پہ جل چکا تھا، سارا وجود سفید پٹیوں میں ڈھکا تھا، جب ڈاکٹرز نے یاسر کو بتایا کہ اب یہ چند گھنٹوں کی مہمان ہے تب نور بانو نے کہا کہ اس کے گھر والوں اور رشتہ داروں کو بتا دو۔

چونکہ اس ہاسپٹل میں یاسر کا دوست تھا اس وجہ سے پولیس کیس نہیں بنا تھا، دوسرے یاسر نے کہہ تھا کہ یہ خود ہی جلی ہے۔

وہ زندگی سے دور جا رہی تھی مگر اسے زندگی کھینچ رہی تھی، فری بچارے نصیب جلی تھی اور اب کوئی معجزہ ہی اسے زندگی دلا سکتا تھا، یاسر نے پہلے فری کے والدین کے گھر فون کیا کہ فری ہاسپٹل میں ہے آپ لوگ آ جائیں اس نے یہ نہیں بتایا تھا کہ فری جل چکی ہے، اور اب زندگی کی آخری گھڑیاں چل رہی ہے، یاسر نے اتنا تو کہا کہ اس کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے آپ آ جائیں۔

انور گیلانی اتنی رات گئے فون آنے پہ پریشان سے تھے، انہیں صورت حال کی سنگینی کا احساس ہی نہیں تھا۔

''ذرا سی طبیعت خراب ہونے پہ مجھے فون کرنے کی کیا تک بنتی ہے۔'' آمنہ نے انہیں شکوہ کناں نگاہوں سے دیکھا اور احد کو اٹھانے لگیں، وہ بیدار ہو گیا۔

''ابو آپ بھی چلیں یاسر بھائی نے ایسے ہی فون نہیں کیا ہوگا۔'' وہ گاڑی اسٹارٹ کر چکا تھا انہیں بھی چلنے کا کہا۔

با دل نخواستہ وہ بھی آمنہ سمیت اس کے ساتھ بیٹھ گئے، شیراز سو رہا تھا جب احد نے اسے اٹھا کر بتایا تو اس نے کہا۔

''میں صبح آ جاؤں گا تم لوگ چلے جاؤ۔''

آمنہ نے منزہ کو بھی نہیں جگایا، انور گیلانی کا موڈ ویسے ہی خراب تھا، ہاسپٹل پہنچنے تک ان کے دل میں برے برے خیالات آتے رہے، جانے فری کو کیا ہوا تھا اچانک ہی جو وہ ہاسپٹل ایڈمٹ تھی۔

بنی ماں جائی کو اس حال میں دیکھنے کا اس نے تصور تک نہیں کیا تھا، اس کا خوبصورت نقش سے سجا چہرا جل کر نا قابل شناخت ہو چکا تھا، وہ فری تو تھی مگر اسے فری کہا جا سکتا، شیشے کی کھڑکی سے چہرا ٹکائے حریم پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھے جا رہی تھی، ڈاکٹرز کسی کو بھی اندر نہیں جانے دے رہے تھے، شیشے کی کھڑکی دیوار بن گئی تھی اس کے اور فری کے درمیان، صبح کے ساڑھے تین کا وقت ہوگا جب ڈاکٹر نے فری کا چہرا سفید چادر سے ڈھک دیا، یہ اس امر کا اعلان تھا کہ فری ابدی سفر کو روانہ ہو چکی ہے۔

ابھی فری کی موت کا انہیں یقین بھی نہیں آیا تھا کہ شیراز نے انور گیلانی کو فون کر کے یہ روح فرسا خبر سنائی کہ منزہ آپی نے خودکشی کر لی ہے، آمنہ جب گھر پہنچی تو گھر لوگوں سے بھرا ہوا تھا۔

رحمت، فاروق، ان کی بیویاں، اولادیں، سلیمان کے گھر والے سب پہنچ چکے تھے شیراز رشتہ داروں کو تفصیلات بتا رہا تھا۔

''مجھے تو رانی نے بتایا کہ بی بی جی دروازہ نہیں کھول رہی ہیں، میں خود گیا اور کافی دیر دستک دی مگر اندر سے کوئی جواب نہیں ملا، تب ہم نے میز پہ چڑھ کر روشندان کھولا اور اندر جھانکا تو منزہ آپی پنکھے سے جھولتی نظر آئیں، مجھ میں تو ہمت ہی نہیں رہی اور دیکھنے کی۔''

دو جوان بیٹیوں کی المناک موت نے آمنہ کا سب صبر و قرار چھین لیا، وہ صدمے سے ذہنی توازن ہی کھو بیٹھیں، فری کا جنازہ منزہ سے پہلے تھا، شام کو منزہ کو بھی سپرد خاک کر دیا گیا، احد صبا اور حریم کو گلے لگا کر تسلی دیتا رہا، گھر میں کسی کو احساس ہو رہا تھا اور یہ کی عمر میں چپ چپ رہنے والی منزہ کی تھی۔

حریم باپ کے گلے لگی اور صبا سے لپٹی کوئی جسارت تھی، آمنہ بہکی بہکی باتیں کر رہی تھی، کبھی ہنستی کبھی روتی، وہ ہوش کی سرحدوں سے دور جا چکی تھی، ثوبیہ اور رحنا ان سب گھر والوں کو تسلی اور دلاسے دے رہی تھی، سلیمان، سعید اور شجاع مردوں کی طرف تھے، ثوبیہ اور رحنا رات کو انور صاحب کے گھر ہی رہیں۔

سارا دن وہ بھاگ دوڑ میں لگی رہی، بالکل کسی اپنے کی طرح، خاص طور پہ رحنا اپنے چھوٹے سے بچے سمیت سب کاموں کو بھی دیکھتی رہی، شجاع نے آمنہ کو بہلا پھسلا کر دوائی دی، اس کی ذہنی حالت ابتر تھی اور دیکھا نہیں جا رہا تھا، مسکن دوا کی وجہ سے آمنہ سو گئی، اس کے بعد ہی شجاع گھر واپس گیا، وہ سب کسی اپنے کی طرح ان کا خیال رکھ رہے تھے اور دکھ بھی بانٹ رہے تھے، صبا کھانا ہی نہیں کھا رہی تھی، سلیمان نے منتیں کر کے اسے چند نوالے کھلائے۔

''خود کو سنبھالو مجھے پتہ ہے آپ سب کا غم بہت بڑا ہے، میرے الفاظ مداوا نہیں کر سکیں گے، مگر یہ آپ کی آزمائش ہے اور آزمائش ہمیشہ پیاری چیز کی ہی لی جاتی ہے۔'' سلیمان کا ہاتھ اس کے سر پہ رکھا تھا، صبا دوبارہ ہی بکھر کر روئی، سلیمان نے رونے دیا تھا کہ اس کا دکھ آنسوؤں کے راستے بہہ جائے، اسے شدت سے چوہدری ریاض کی غیر موجودگی کا احساس ہوا، صبا نے اسے ایک بار بھی نہیں دیکھا، منزہ کی میت جب لے جائی گئی تب بھی وہ نہیں دکھائی نہیں دیا۔

صبح سے سلیمان اور اس کے گھر والے اِدھر تھے، چوہدری ریاض کو تو جھلک بھی نہیں دکھائی دی تھی۔

حریم منزہ کے کمرے میں تھی، سلیمان تسلی کے کچھ جملے بولنا چاہتا تھا، وہ نازک سی لڑکی تڑپ تڑپ کر رو رہی تھی اور فریادیں کر رہی تھی گویا آسمان کا سینہ شق کر رہی تھی، اسے اس طرح یہ ٹوٹ کر روتے

دیکھنا اس کے لیے کوئی اچھا تجربہ نہیں تھا، دل پہ بوجھ لئے رات گھر واپس آیا تھا، مما اور بھابھی بھی ان کے ساتھ، پاپا بھی تھے، سلیمان سونے کے ارادے سے لیٹا تو نیند ہی روٹھ گئی۔

وہ فری اور صبا کی اچانک موت کے بارے میں سوچ رہا تھا، وہ ان دونوں بہنوں کے لئے افسردہ تھا، سلیمان رشتوں کو سمجھنے اور ماننے والا نوجوان تھا، یہی وجہ تھی وہ اس پورے گھرانے کا دکھ اپنے دل میں محسوس کر رہا تھا۔

قتل کے موقع پر بھی ان کی ساری فیملی ہر کام میں پیش پیش تھی، چوہدری ریاض بھی آیا تھا، صبا کی اس سے ملاقات یا بات چیت نہیں ہوئی وہ بس تھوڑی دیر کے لئے آیا اور چلا گیا، اس کے انداز میں واضح طور پہ تبدیلی محسوس کی جا رہی تھی انور گیلانی پریشانی کے باوجود محسوس کیے بغیر رہ نہ سکے، پہلے وہ صبا کو چند گھنٹوں کے علاوہ میکے چھوڑتا ہی نہیں تھا، اب قتل کو بھی دس روز گزر چکے تھے، اس کے بعد اس نے شکل نہیں دکھائی صبا کھٹک سی گئی تھی۔

سلیمان روز ہی چکر لگاتا تھا، حریم کم ہی سامنے آتی، مخاطب کرنے یا ہونے کی بھی نوبت ہی نہیں آئی، حالانکہ وہ اس کا دکھ بانٹنا چاہتا تھا، نہ جانے کیوں وہ اتنی اجنبی اور سرد مہری، جب سے اس کی زندگی میں آئی تھی حیرتوں سے دوچار کر رہی تھی، نارمل لڑکیوں سے بالکل الگ تھلگ رویہ اپنائے، اس کا یہ رویہ سلیمان کے باقی گھر والوں سے بھی چھپا نہیں تھا، تو مسز بیگم اب الجھن محسوس کرنے لگی تھیں، سلیمان کی شادی کے فوراً بعد ہی فری اور منزہ والی ٹریجڈی ہو گئی تھی وہ تو جی بھر کر دل کے ارمان بھی پورے نہ کر پائی تھیں۔

حریم منزہ کے کمرے کی صفائی کر رہی تھی، پیار سے ایک ایک چیز کو جھاڑ پونچھ کر رکھا، اسے کمرے کے ایک ایک کونے میں منزہ آپی کی خوشبو رچی بسی محسوس ہو رہی تھی، آخر میں وہ اس کے کپڑوں کی الماری کی طرف آئی، کتنی دیر ایک ایک سوٹ پہ ہاتھ پھیرتی رہی۔

جیسے منزہ کا لمس تازہ ہو، اس نے قرینے سلیقے سے ہر چیز رکھی تھی، پچھلے خانے میں پوچھنے اور ایک ڈائری پڑی تھی، اس نے کھینچ کر کاغذوں کے نیچے سے نکالی، جس نے سب وہ بھلا دیا تھا، وہ کرسی پہ بیٹھ کر پڑھنے لگی، اسے خبر ہی نہیں ہوئی کہ کب پڑھتے پڑھتے اس کی آنکھیں نم ہونا شروع ہوئیں وہ بیچ بیچ میں سے پڑھ رہی تھی، ایک صفحہ کھولا تو اس کے درمیان میں کاغذ تہہ کیا رکھا تھا، اس نے کھول کر پڑھنا شروع کیا، وہ ایک خط تھا جو اس نے اپنی خودکشی کی رات تحریر کیا تھا، حریم کی آنکھوں کے آگے دھند کی چادر تن چکی تھی، منزہ نے لکھا تھا۔

"میرے پیارے ابو جی! آپ ہمیشہ خوش رہیں، زندگی میں میری کبھی اتنی ہمت نہیں ہوئی کہ آپ سے مخاطب ہو کر دل کی بات کر سکوں آج اس کاغذ اور قلم کا سہارا لے رہی ہوں۔ ابو جی میں آپ کو بہت پیار کرتی ہوں آپ کی تمام سختیوں کے باوجود آپ میرے آئیڈیل رہے جب سے ہوش سنبھالا دل میں ایک حسرت نے بار بار سر اٹھایا کہ آپ کی گود میں سر رکھ کر آپ سے بچوں کی طرح لاڈ اٹھواؤں، آپ سے چھوٹی چھوٹی باتیں کروں، اپنے سکول کی باتیں، بچپن کی باتیں، اپنی دوستوں کی باتیں، آپ میرے رزلٹ پہ اسکول میرے ساتھ جائیں، میرا بھی دل کرتا ہے آپ ایک بار مجھے سینے سے لگا کر میرے ماتھے پہ پیار کریں اور صاف ایک بار کہیں "میری بیٹی" ابو جی نے بچپن سے لے کر اب تک آپ کا ہر حکم مانا ہے، آپ بہت بار کہتے رہے کہ تم لوگ مر جاؤ میری جان چھوڑ دو، تو آپ کا یہ حکم بھی سر آنکھوں پہ، ابو جی میں اللہ سے کیوں کی کہ اس زندگی میں نہ سہی لیکن اس زندگی میں آپ کو مجھ سے ملائے اور تب میں بھاگ کر آپ کے سینے سے لگ جاؤں لیکن ابو جی میں تو گناہگار ہوں جانے کیسے مل پاؤں گی آپ سے، آپ میری مغفرت کی دعا کرنا، کریں گے نا؟"

آپ کی بیٹی منزہ گیلانی!

نیچے تاریخ اور وقت لکھا تھا، جس منزہ کو سب بیمار اور ذہنی طور پہ کمزور سمجھتے رہے وہ اتنی گہری نکلی کہ اتنی نازک خیال اور اتنی حساس اس نے تصور بھی نہیں کیا تھا۔

ڈائری کیا تھی اس کے دل کی داستان تھی، اس کے وجود اور دل پہ لگے سارے زخم آج بے جان ڈائری سے جھانک رہے تھے، بہت دیر گزر گئی اس عالم میں کہ صبا اسے ڈھونڈتی ادھر چلی آئی، شدت گریہ سے حریم کی آنکھیں سوجی ہوئی تھی۔

"کیا ہوا ہے؟" صبا نے اسے دونوں شانوں سے پکڑ لیا تو اس نے سامنے بکھرے خط کی طرف اشارہ کیا، اسے پڑھنے کے بعد صبا کی حالت بھی مختلف نہیں تھی۔

"یہ ابو کو دے دو وہ بھی پڑھ لیں۔" بہت زیادہ تنفر تھا اس کے لہجے میں۔

"نہیں، رہنے دو وہ پریشان ہوں گے۔" صبا نے انکار کیا۔

"وہ پہلے کب پریشان تھے جو اب ہوں گے لیکن میں زندگی بھر انہیں معاف نہیں کروں گی۔" ایک بار پھر وہ سسک اٹھی تو صبا نے اسے گلے سے لگا لیا۔

"وہ ہمارے ابو ہیں حریم۔"

"میرے نہیں ہیں۔" صبا ساکت سی ہو گئی، یہ کیا کہہ دیا تھا اس نے، اتنی نفرت اتنی ناراضگی، وہ سر پکڑ کر بیٹھ گئی۔

حریم نے خود ابو کے کمرے میں منزہ کا خط ایسی جگہ رکھا کہ فوراً ہی نظر پڑ جائے اور ایسا ہی ہوا تھا، انور گیلانی نے وہ خط پڑھ لیا تھا۔

منزہ کو اگر دوبارہ زندگی مل پاتی تو یہ منظر دیکھ کر مارے خوشی کے اس کا دل بند ہو جاتا، اس کے ابو جی اس کے ہاتھ کے لکھے خط کو پاگلوں کی طرح چوم رہے تھے اس رات انور گیلانی پہ فالج کا اٹیک ہوا، ساری عمر بیٹیوں کے ساتھ کی جانے والی زیادتیوں کو وہ سہار نہیں پائے تھے، منزہ نے ان کے سامنے آئینہ رکھا تھا، اس آئینے میں انہیں اپنا آپ بڑا مکروہ اور گھنیا لگا، اپنے اس روپ نے سینے میں دل کو گویا مسل ڈالا۔

انور گیلانی کا نچلا دھڑ فالج کی وجہ سے بیکار ہو گیا تھا، اکیس دن سے زیادہ وہ ہاسپٹل میں رہے تھے، اب وہ صرف بستر اور وہیل چیئر کے ہی ہو کر رہ گئے تھے۔

سارا سارا دن وہ کمرے میں پڑے رہتے، شیراز اور احد گھڑی دو گھڑی کے لئے آتے اور رسمی طور پہ ان کی خیریت دریافت کر کے اپنی اپنی راہ لیتے، ایسے میں ایک صبا ہی تھی جو اولاد ہونے کا حق ادا کر رہی تھی، چوہدری ریاض منزہ کی ڈیتھ کے بعد سے اسے اب تک لینے نہیں آیا تھا۔

احد دوبارہ انور گیلانی کے کہنے پہ چوہدری ریاض کا پتہ کرنے اس کے گھر گیا تھا، دونوں بار وہ نہیں ملا، البتہ اس کے ملازم نے کہا کہ صاحب باہر گئے ہیں جب جاتے ہیں بڑے عرصے کے لئے ہی جاتے ہیں پتہ نہیں کب آئیں گے، انور اس لئے بھی پریشان تھے کہ چوہدری ریاض صبا کو بھی کچھ بتا کر نہیں گیا تھا، صبا کے جسم پہ موجود دانے بڑھ گئے تھے، اور اب ان میں پیپ پڑنا شروع ہو گئی تھی، وہ تین چار بار ڈاکٹر کے پاس جا

پہنچی تھی، وقتی طور پہ آرام آتا اور پھر وہی تکلیف شروع ہو جاتی، شاداب رنگت والی صبا پہچانی نہیں جاتی تھی۔

جب سے انور گیلانی ہاسپٹل سے گھر آئے تھے حریم ایک بار بھی ان کے کمرے میں نہ گئی نہ حال پوچھا یہی نہیں جب وہ ہاسپٹل ایڈمٹ تھے تب بھی حریم انہیں دیکھنے نہیں گئی، اس کا زیادہ وقت آمنہ کے ساتھ گزرتا، ان کا علاج چل رہا تھا اور وہ بڑی باقاعدگی کے ساتھ ان کی دیکھ بھال کر رہی تھی۔

ثومیہ اور سعید دونوں متفکر بیٹھے تھے، سلیمان کی شادی کو ڈھائی ماہ گزر گئے تھے اور حریم ان ڈھائی ماہ کے دوران صرف تین دن سسرال رہی تھی، جب سے منزہ کی ڈیتھ ہوئی تھی وہ تب سے گھر واپس نہیں آئی تھی، پہلے منزہ کی جوان موت پھر انور صاحب کے فالج کی وجہ سے وہ لوگ چپ رہے لیکن اب تو وہ بھی گھر واپس آ چکے تھے، زندگی اگلے بندھے معمول کے مطابق چل رہی تھی، اب تو حریم کو واپس آنا چاہیے یہ ان دونوں میاں بیوی کا فیصلہ تھا۔

دوسرے روز وہ انور گیلانی کے ہاں پہنچ گئے، حریم گھر پہ نہیں تھی بلکہ تایا رحمت کی طرف گئی ہوئی تھی، وہ ساتھ آمنہ کو بھی لے گئی تھی تاکہ گھر سے نکل کر ان کی طبیعت فریش ہو جائے، صبا نے بہت اچھے طریقے سے خاطر مدارات کی۔

''ہم تو حریم کو لینے آئے تھے۔'' ثومیہ نے آنے کا مدعا بیان کر ہی دیا۔

''آج تو وہ تایا کی طرف گئی ہوئی ہے، دو تین دن تک میں اور احد بھائی خود اسے چھوڑ جائیں گے، یہ آپ کی اعلیٰ ظرفی ہے جو اتنے دن سے وہ یہاں ہے ورنہ آج کل کوئی کسی کا اس طرح خیال نہیں کرتا، حریم ہم سب میں سب سے زیادہ حساس اور ہر بات دل پہ لینے والی ہے، پھر ابو کی طبیعت بھی شروع سے باقی چچا تایا سے مختلف رہی انہوں نے ہم پہ زیادہ توجہ نہیں دی، حریم نے اس بات کو بہت زیادہ محسوس کیا اور دل پہ لیا اوپر سے فری اور منزہ آپی والی ٹریجڈی نے اسے شادی جیسے مضبوط بندھن سے ہی کبیدہ خاطر کر دیا، آنٹی اور انکل آپ ہمارے لئے ابو کی طرح ہیں اس موقعے پہ مجھے آپ سے تعاون کی ضرورت ہے۔''

حریم بری طرح ٹوٹی بکھری ہوئی ہے وہ فری اور منزہ آپی کی موت کی ذمہ دار بھی ابو کو ٹھہرا رہی ہے، وہ انتہا پسندی کی انتہا پہ منفی سمت میں سوچ رہی ہے۔

''مجھے اسے ٹوٹنے اور بکھرنے سے بچانا ہے اور یہ کام میں آپ اور سلیمان بھائی کی مدد کے بغیر نہیں کر سکتی ورنہ اس کی سوچ کا زہر کسی ایک دن جان ہی نہ لے لے اس کی۔''

''اللہ نہ کرے جو حریم کو کچھ ہو۔'' ثومیہ نے دہل کر اس کے لبوں پہ ہاتھ رکھا، کیونکہ حریم کی غیر موجودگی میں وہ سلیمان کی آنکھوں میں اس کی محبت کے جلتے دیئے دیکھ چکی تھی، کم از کم ان امیدوں کے چراغوں کو بجھتا دیکھنا ان کے بس میں نہیں تھا۔

چوہدری ریاض کا فون آیا تھا، وہ دوبئی میں تھا، اس نے فری سے معافی مانگی تھی اور کہا تھا کہ وہ اب اسے گھر واپس نہیں لا سکتا، یہ سانحہ بھی وہ سہہ گئی، چوہدری ریاض نے انور گیلانی کو بھی یہ خبر سنا دی۔

چوہدری ریاض اپنے باپ دادا کی تمام پراپرٹی کا واحد وارث تھا، اس کے بعد ان کا کوئی اور بہن بھائی پیدا ہی نہیں ہوا۔

تعلیم سے اسے خاص لگاؤ تھا نہیں چنانچہ اس نے زمینداری سنبھال لی، کم عمری میں ہی بری

زندگی اپنانے سے وہ وقت سے پہلے ہی تجربہ کار اور چالاک ہو گیا، ساتھ ہی دوستوں نے عورت کی لت بھی لگا دی، چوہدری ریاض کو یہ دنیا بڑی انوکھی لگی۔

ہر روز اس کے ساتھ نئی لڑکی ہوتی، اس کی ماں اس کی شادی کی حسرت لئے اس دنیا سے چلی گئی، چوہدری ریاض شادی کا سرے سے قائل ہی نہیں تھا، رنگ رنگ کی عورتوں کو برت چکا تھا، اس معاملے میں وہ اعتدال اور جائز ناجائز کا قائل نہیں تھا، اس انتہا پسندی نے ایک دن اسے جا لے ہی لیا۔

وہ ایک پوشیدہ بیماری کا شکار ہو گیا تھا، بہت جلد اس کے دوستوں کے ذریعے یہ بات اس کے باقی حلقوں تک بھی پہنچ گئی، اب تو لڑکیاں اس کے قریب آتے ہوئے بھی ڈرنے لگیں، وہ چالیس سے اوپر کا ہو رہا تھا مگر آتش نفس سرد ہونے میں نہیں آ رہی تھی، وہ پاگل ہونے کو تھا جب اس کے ایک جگری دوست نے اسے انور گیلانی سے ملوایا اور ساتھ ہی بائیوڈیٹا بھی بتایا۔

چوہدری ریاض اب شادی کرنا چاہتا تھا، بہت جلدی اسے اندازہ ہو گیا کہ انور گیلانی کے یہاں بات بن جائے گی، اس نے انور گیلانی کے بزنس میں بھاری سرمایہ انویسٹ کر دیا، ساتھ ہی نوازشات کی بارش کر دی، اس نے چند دن میں ہی گھٹنے ٹیک دیئے، صبا بیوی بن کر اس کے گھر آ گئی، پہلے دن ہی اسے پتہ چل گیا کہ یہ سودا برا نہیں ہے، صبا کم عمر ہونے کے ساتھ دنیا کے مکر و فریب سے بھی ناآشنا تھی۔

چوہدری ریاض نے انویسٹمنٹ صبا سے وصول لی، کچھ ہی عرصے بعد صبا کے جسم پر دانے ابھرنے شروع ہو گئے جن سے وہ اچھی طرح واقف تھا، اس کی وہ پوشیدہ موذی بیماری صبا میں بھی ٹرانسفر ہو رہی تھی، چوہدری ریاض اپنا علاج تو کروا رہا تھا مگر وقتی آرام کے سوا کوئی اثر دیکھنے میں نہیں آ رہا تھا، اسے کسی نے بتایا تھا کہ انگلینڈ میں بہت اچھا ڈاکٹر ہے اسے علاج کرواؤ۔ اسی دوران صبا کی دونوں بہنوں کی ایک ساتھ وفات ہوئی تو اس نے موقع غنیمت جانا صبا باپ کے گھر تھی وہ انگلینڈ چلا گیا، جانے سے پہلے اسے امید تھی کہ وہ اس بیماری سے چھٹکارا پا لے گا مگر وہاں علاج کرواتے ہوئے وہ اس حقیقت کو جان گیا کہ کوئی فائدہ نہیں ہے، چنانچہ اس نے صبا کو کہہ دیا کہ وہ آزاد ہو سکتی ہے۔

اس نے تو اپنے باپ کی حکم عدولی کا سوچا بھی نہ تھا، چوہدری ریاض سے شادی کی کڑوی گولی اس نے ابو کے لئے ہی نگلی تھی، مگر اس کی قربانی رائیگاں ہی گئی چوہدری ریاض نے اسے طلاق کے کاغذات بھجوا دیئے، ساتھ گھر اس نے صبا کے نام کر دیا تھا، طلاق نامے کے ساتھ ملکیت کے کاغذات بھی تھے۔

انور گیلانی بستر پر لاچار پڑے سوچتے، صبا کو روتا دیکھ کر کچھ نہ کر سکتے، وہ سنگدل شخص جاتے جاتے صبا کو اپنی بیماری بھی دے گیا۔

یہ سراسر ان کا ذاتی فیصلہ تھا، تھوڑے سے مفاد کی خاطر انہوں نے اپنی معصوم بیٹی کو چوہدری ریاض جیسے مطلبی اور ہوس کے مارے شخص کے سپرد کر ڈالا تھا، کیوں ان کی آنکھوں پہ پٹی بندھی تھی، ان کی دو پھول سی بیٹیاں ان کی ذرا سی محبت و توجہ کو ترستے ترستے موت کی گود میں جا سوئی تھیں۔

وہ کیوں اتنے سنگدل ہو گئے تھے، وہ اب چاہتے بھی تو کفارہ ادا نہیں کر سکتے تھے، منزہ اور فری منوں مٹی تلے گم ہو گئی تھیں اور حریم کتنی نفرت کرتی ہے ان سے، وہ روز اس کا انتظار کرتے کہ وہ ان کے پاس آ کے کچھ حال احوال پوچھ لے، مگر وہ نہیں آتی۔

وہ اس قابل ہیں کہ ان سے نفرت کی جائے۔ ساری زندگی اپنی بیٹیوں کو پیار کے دو بولوں کے قابل بھی نہ سمجھا، الٹا اپنے رویے سے ڈراتے خوفزدہ کرتے رہے اتنا کہ ان کی شخصیت کو ہی اعتماد سے محروم کر دیا، فاروق کی نازاں اور رحمت کی سمن، ماں باپ کی محبت سے مالا مال ہیں چمکتے چہرے سمیت دنیا سے قدم ملا کر چل رہی ہیں، اپنے کاروبار کو پھیلانے کی خاطر تین معصوم بیٹیوں کی قربانی دی اور اس کے بعد بھی انہیں کسی قابل نہیں سمجھا۔

کاش وہ اپنی غلطیوں کا کفارہ ادا کر سکتے، اب صبا بھی اجڑ گئی ہے کون یقین کرے گا اس کا کوئی قصور نہیں ہے، لیکن وہ اسے دوسری منزہ نہیں بننے دیں گے، صبا کو بھرپور پیار اور اعتماد دے کر اس کا دل جیتنے کی سعی کریں گے۔

"صبا کتنی خدمت کرتی ہے میری، اس کے ساتھ جو بھی ہوا سراسر میری غلطی ہے، لیکن اس نے ایک بار بھی مجھے نہیں جتایا نہ احساس دلایا، کاش حریم بھی مجھے معاف کر دے، کاش۔" ان کے آنسو بہہ کر تکیے میں جذب ہو رہے تھے، صبا تیل لے کر ان کی ٹانگوں کی مالش کرنے آ گئی تھی، ڈاکٹرز نے کچھ ایکسرسائز اور مالش بتائی تھی، وہ روز ڈاکٹرز کی ہدایات پہ عمل کرتی انور گیلانی کے دل سے اس کے لئے دعا ہی نکلی، صبا کی طلاق کے بعد حریم کی نفرت میں کچھ اور بھی اضافہ ہو رہا تھا، وہ بے بسی سے رونے کے سوا کچھ بھی نہیں کر سکتے تھے، انہیں اب احساس ہو رہا تھا کہ نفرت اور عدم توجہی کی آگ میں جلنا کتنا تکلیف دہ ہوتا ہے، اسی آگ میں تو وہ بیوی اور بیٹیوں کو جلاتے آئے تھے۔

نور بانو کل کی طرف گئی ہوئی تھی اس کے ہاں آج کل میں ولادت ہونے والی تھی، یاسر نے کھانا کھا کر کمرے کا رخ کیا، ابو بھی سو رہے تھے۔

یاسر کپڑے تبدیل کر کے لیٹ گیا، اسے لیٹے ہوئے کچھ دیر ہی ہوئی ہو گی کہ کمرے کی لائیٹ بند ہو گئی۔

"شاید لائیٹ چلی گئی ہے۔" اس نے خود سے کہا اور موبائل آن کر کے ٹائم دیکھنے لگا۔

اچانک اسے چونک جانا پڑا، بیڈ کی رائٹ سائیڈ پہ رکھی چیئر پہ فری بیٹھی تھی اس نے آنکھیں مل کر دوبارہ دیکھا کہ شاید یہ اس کی نظر کا دھوکا ہے، کیونکہ اس کے قتل کے بعد اور ڈاکٹرز کی زبانی یہ جاننے کے بعد کہ فری اپنی موت کے وقت دو ماہ کے حمل سے تھی، وہ سکون کی نیند نہیں سو پایا تھا۔

نور بانو نے اس کی یہ حالت دیکھتے ہوئے فرح کے ساتھ اس کی شادی کی تیاری شروع کر دی، دن تو وہ آفس میں گزار لیتا تھا مگر رات عذاب بن کر اترتی، جیسے اب وہ چیئر پہ بیٹھی نظر آ رہی تھی۔

لیکن نہیں، وہ سچ مچ وہاں بیٹھی تھی اور اسے سرد نگاہوں سے گھور رہی تھی، اس کے بعد وہ اٹھ کر اس کی طرف بڑھنے لگی، لائیٹ آ چکی تھی اور وہ اپنے اور اس کے درمیان موجود فاصلہ کم کر رہی تھی، یاسر کے حلق سے نہ ختم ہونے والی چیخوں کا سلسلہ شروع ہو گیا، وہ حلق کے بل چیخ رہا تھا۔

اگلی صبح اس کے لئے قیامت لئے طلوع ہوئی، رات کے کسی پہر فرح نے خود کو آگ لگا لی تھی اور اب زندگی و حیات کی کشمکش میں ہاسپٹل ایڈمٹ تھی، فری کی طرح وہ بھی بچا تو سے فیصد جلی تھی اور چند گھڑیوں کی مہمان تھی۔

ہم نے سہہ لیا کافی
اب تمہاری باری ہے
موت بھی ضروری ہے
زندگی بھی تو پیاری ہے

نور بانو اور یاسر خوش تھے کہ کسی کو کچھ پتہ نہیں چلنے دیا اور وہ بچ گئے ہیں، مگر جو اوپر بیٹھا ہے وہ تو لاعلم نہیں ہے، وہ اپنی جان چھوٹنے پہ خوش تھے کہ فری کے گھر والوں نے ذرا بھی پوچھ گچھ نہیں کی نہ ان پہ شک کیا، مگر انصاف کرنے والے نے انصاف کر دیا تھا۔

"بیٹا حریم سے کہو وہ مجھے معاف کر دو، کسی طرح اسے میرے پاس لے آؤ، میں مرنے سے پہلے اسے ایک بار تو سینے سے لگا لوں۔" وہ کتنے بے چھوٹے اور بے تکے سے ہوئے لگ رہے تھے، کبھی کیسے زور آور تھے اور اب وقت نے کتنا جھکا دیا تھا۔

"صبا بیٹا میں تم سے بھی معافی مانگتا ہوں، بہت زیادتیاں کی میں نے تم لوگوں کے ساتھ، کاش میں تمہارے زخموں کا مداوا کر سکتا، لیکن وقت گزر چکا ہے، بیٹا نہیں ہے میرا اب بھی مجھے معاف کرتے کا کہ نہیں، اللہ نے تو میرے گھر چار رحمتیں بھیجی، میری بخشش کا ذریعہ بنا کر لیکن میں ظالم رہا، کتنا بد قسمت ہوں میں اپنے آنگن میں کھلنے والے معصوم نازک پھولوں کی حفاظت نہ کر سکا، میری بچیوں تم پھول ہو، تمہارے باپ کی عدم توجہ نے ان نرم و نازک پھولوں کو وقت کی بے رحم دھوپ سے جھلسا دیا۔"

"میری بچی مجھے معاف کر دو، حریم سے بھی کہو مجھے معاف کر دے۔" وہ بری طرح رو رہے تھے، حریم ادھر سے گزر رہی تھی، چونکہ کمرے کا دروازہ کھلا تھا اس لئے کچھ جملے اس کے کان میں بھی پڑ گئے، وہ تیر کی طرح اندر آئی، صبا رو رہی تھی۔

یہ شرمندہ نادم کمزور بیمار شخص اس کا باپ تھا، وہ کچھ بھی کر لیتی یہ محبت تو دل سے نکلنے والی نہیں تھی، انہیں اپنی زیادتی کا احساس تھا، حریم کے سارے شکوے ایک ایک کر کے دم توڑ گئے، وہ انور گیلانی کے سینے پہ سر رکھے رو رہی تھی، کتنا تڑپی اور ترسی تھی وہ اس محبت کے لئے، اتنا کچھ کھونے کے بعد یہ محبت اسے ملی تھی، انور گیلانی کے ایک طرف صبا اور ایک طرف حریم تھی۔

"میری زندگی اب جو رہ گئی ہے میں اس میں ہر پل اپنی زیادتیوں کا کفارہ ادا کرنے کی کوشش کروں گا، میرے پاس اب دو پھول رہ گئے ہیں میں ان پہ خزاں نہیں دیکھ سکتا، میں آمنہ سے بھی شرمندہ ہوں ساری زندگی میں اپنی شریک حیات کو سکھ نہیں دے سکا، لیکن میں اب اس کا علاج شہر کے بہترین ڈاکٹرز سے کراؤں گا اور صبا تم بھی تیار رہنا میں نے احد سے کہہ دیا ہے تمہیں ڈاکٹر احمد کے پاس لے جائے، شاید سب ٹھیک ہو جائے۔"

"ابو آپ پریشان نہ ہوں۔" صبا نے تسلی دی۔

"جس شخص کو اتنی محبت کرنے والی بیٹیاں ہوں وہ کیوں پریشان ہو گا۔" انہوں نے باری باری دونوں کا ماتھا چوما تو ایک ٹھنڈک سی روح تک میں اتر گئی، طمانیت کے عجیب سے احساس سے وہ ابھی دوچار ہوئے تھے۔

"اے اللہ میرے گھر کی رحمتوں کو سلامت رکھنا۔" صبا اور حریم کے پرسکون چہرے دیکھ کر انہوں نے دل میں دعا کی۔

صبا، حریم کے کپڑے خود رکھ رہی تھی، ثوبیہ آنٹی اور سعید انکل نے اسے لینے آنا تھا، صبا مہندی کی کون لے کر آ گئی اسے مہندی لگانے لگی لیکن اس نے انکار کر دیا۔

"میں جانتی ہوں ہمارے خواب اجڑے ہیں لیکن جو باقی رہ گیا ہے ہم نے اس کی حفاظت کرنی ہے، ہم اتنے عرصے بعد اپنے گھر واپس جا

رہی ہو، پتہ چلنا چاہیے کہ نئی نویلی دلہن ہو، سلیمان بھائی کی فیملی بہت اچھی ہے، ہماری فیملی پہ جو کرائسس آئے ان میں انہوں نے ہمارا بھرپور ساتھ دیا ایسے اچھے لوگوں کی قدر کرنی چاہیے۔'' وہ اسے سمجھا بھی رہی تھی، حریم نے چپ چاپ مہندی لگوالی، صبا مسلسل بولتی رہی، حریم کا سر جھکا ہوا تھا، اس کی آنکھوں میں عجیب معنی خیز سی چمک ہلکورے لے رہی تھی اور چہرے کے تاثرات سخت تھے۔

سعید اور ثومیہ شام کے بعد آئے، وہ دونوں انور گیلانی کے پاس بیٹھے تھے، انہوں نے کہا کہ رات کا کھانا کھائے بغیر جانے نہیں دوں گا، ان کی پیار بھری ضد کے آگے ثومیہ اور سعید کی ایک نہ چلی، صبا نے باورچی کو ساتھ لگا کر کافی کچھ بنا ڈالا جب وہ لوگ کھانا کھا کر نکلے تو دس بج رہے تھے آج حریم خوب بول رہی تھی، ثومیہ نے شکر ادا کیا کہ اس کے خدشات سچ ثابت نہیں ہوئے۔

گھر میں حریم کا سب سے پہلے سامنا رعنا اور شجاع سے ہوا وہ گرمجوشی سے اسے لپٹ گئی۔

''ویلکم ویلکم۔'' شجاع بھی بہت خوش نظر آ رہا تھا۔

''کیسا لگ رہا ہے اتنے دنوں کے بعد آنا، بہت ہمارے رشتہ دار دوست تم دونوں کی دعوت کرنا چاہتے ہیں، اب میں سب کو بتاؤں گی کہ تم آ گئی ہو اور آپ لوگ بھی اپنے اپنے دعوت نامے لے کر آ جاؤ۔'' رعنا ایک سانس میں بولتی گئی۔

وہ سب کے ساتھ ٹی وی لاؤنج میں بیٹھی تھی جب سلیمان واپس آیا، اس نے بڑے سادہ انداز میں حریم سے سب کی خیریت معلوم کی۔ رعنا تو مسلسل شرارت سے اسے گھورتی رہی۔

سلیمان نے شادی کے دوسرے دن حریم کی اس حرکت کے بارے میں گھر میں کچھ نہیں بتایا تھا بلکہ رعنا اور شجاع سے بہانہ کر دیا تھا پتہ نہیں وہ مطمئن ہوئے کہ نہیں مگر سلیمان مطمئن تھا کہ اس نے حریم کی بے وقوفی پر پردہ ڈال دیا ہے۔

حریم کا بیزار اور اکھڑا رویہ صبا سے بھی پوشیدہ نہیں تھا، سلیمان اور اس کے گھر والوں کی آمد پر وہ دنیا جہان کا تنفر اس کے چہرے پہ سمٹ آتا۔

جب ایک دن صبا نے دبے لفظوں میں کہا کہ اب تمہیں گھر جانا چاہیے تو جواباً اس نے کہا کہ میں نہیں جاؤں گی مجھے طلاق چاہیے، صبا بے حد پریشان ہوئی وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ حریم کے اس مطالبے کے در پردہ ماضی کی دردناک حقیقتیں ہیں، تینوں بہنوں کی ناکام اور تلخ زندگی ان کے شوہروں کے دہرے چہرے اس کی وجہ ہیں، صبا نے بہت سوچا اور پھر سلیمان کو سب بتا دیا۔

اسے کسی نہ کسی پہ اعتبار کرنا ہی تھا تو سلیمان کو اسے سب کچھ بتانا پڑا، پتہ نہیں اس کی اندرونی حالت کیا تھی مگر اس نے صبا کو پورا یقین دلا دیا کہ وہ حریم کو نارمل زندگی کی طرف لا کر اس کے ذہن میں موجود منفی خیالات کا خاتمہ کر کے رہے گا۔

صبا کچھ نہ کچھ پرسکون ہوئی، ابو نے بھی حریم سے گھر واپسی کا کہا، سلیمان کے مہذب عادات و اطوار، محبت اور مخلصانہ رویہ اتنے دنوں سے پوشیدہ تو نہیں تھا، انہوں نے خود سلیمان سے کہا کہ حریم سے اگر کوئی بیوقوفی ہو بھی جائے تو اس کی جذباتیت سمجھ کر نظر انداز کر دینا۔

حریم کی طرف سے وہ مطمئن تھے کہ کم از کم اس نے اپنے شریک سفر کا انتخاب کرنے میں ان سے اس بار کوئی غلطی نہیں ہوئی ہے، حریم گھر واپسی پہ رضامندی تھی، صبا اور انور گیلانی دونوں بہت

خوش تھے۔

رعنا کے ناں ناں کرنے کے باوجود حریم قہوے کے برتن اٹھا کر کچن میں لے گئی، ثومیہ اس دوران اس کی حرکتوں کا بغور جائزہ لیتی رہی، شکر تھا کہ حریم نے اس گھر کو اپنا گھر سمجھنا شروع کیا، ان کا سکون دیدنی تھا۔

رعنا اپنے بیٹے کو سلانے لے گئی، حریم کب کچن سے نکلی اسے نہیں پتہ تھا، اپنے کمرے میں جانے سے پہلے حریم سعید اور ثومیہ کو گڈ نائیٹ کہنے گئی تو وہ بہت خوش ہوئے اس کی حد درجہ محبت سے، ثومیہ نے مسکرا کر سعید کو دیکھا ان کی نگاہیں کہہ رہی تھی، دیکھا میں نہ کہتی تھی حریم بہت فرمانبردار اور بڑوں کا ادب کرنے والی ہے، سعید کی نگاہوں نے بھی اس کی تائید کی۔

سلیمان جب اس کے قریب بیٹھا تو اس کے تاثرات سے بھانپ گیا کہ حریم کچھ خوفزدہ اور اپ سیٹ سی ہے، ہراساں اور بوکھلائی ہوئی۔

''میں نے رونمائی کا گفٹ بھی آپ کو نہیں دیا، نوبت ہی نہیں آنے دی آپ نے، لیکن آج میرا خیال ہے یہ کام بھی ہو جانا چاہیے۔'' سلیمان نے سائیڈ ٹیبل کی دراز سے وہ مخملیں کیس نکالا، اندر بہت خوبصورت گولڈ بریسلیٹ تھا، حریم نے خود ہی پہن لیا تو وہ اس کی چالاکی پہ ہنس دیا۔

''ان آپ مہمان ہیں تو ہمارے ہاں مہمانوں کے نخرے تو برداشت کرنے ہی پڑتے ہیں مگر یاد رکھیے گا صرف آج کے دن آپ مہمان ہیں۔'' سلیمان کے لہجے میں بڑی نرم و نازک حقیقت جھانک رہی تھی، حریم نروس سی ہو گئی۔

''آپ سو جائیے آرام سے، کل کوئی رعایت نہیں ہو گی۔'' وہ شرارتی جملہ اچھال کر کپڑے بدلنے چلا گیا، پھر وہ واقعی بڑی شرافت سے اس کی طرف سے کروٹ بدل کر لیٹ گیا۔

رات بڑی تیزی سے اپنا سفر طے کر رہی تھی، سلیمان گہری نیند سویا تھا جبکہ حریم جاگ رہی تھی، وہ کافی دیر سے سلیمان کے سونے کا انتظار کر رہی تھی۔

منزہ، فری، اور صبا کے ساتھ ہونے والی ہر زیادتی کا حساب اسے سلیمان سے ہی چکانا تھا، جب وہ یہاں آنے کے لئے تیار ہوئی تھی تو اسے پہلے ہی سوچ چکی تھی کہ اسے سب زخموں کا حساب سلیمان سے ہی لینا ہے اس طرح کہ اس کے جلتے سلگتے دل کو سکون ملنا تھا، کیونکہ وہ نہیں چاہتی تھی کہ کوئی اور منزہ اور فری اس نفرت کی بھینٹ چڑھیں۔

وہ اپنے جیسی ایک اور حریم کو دنیا میں نہیں لانا چاہتی تھی، کچن میں جب وہ قہوے کے برتن رکھنے گئی تو گوشت کاٹنے والی چھری وہاں سے اس نے دوپٹے کے نیچے چھپا لی تھی، اس نے بیڈ کے گدے تلے رکھ دی۔

کھڑکیوں پہ پڑے پردے ہٹے ہوئے تھے، چاند کی کرنیں اندر جھانک رہی تھیں، حریم نے لیٹے لیٹے ہی ٹٹول کر بیڈ کے گدے کے نیچے سے چھری نکالی، آہستگی سے وہ بیڈ سے اتری اور گھوم کر سلیمان کی سائیڈ پر آ گئی۔ سفید جیکٹ اور ٹراؤزر میں ملبوس وہ جیسے پورے بیڈ پہ بکھرا ہوا تھا، اس کڑیل نوجوان کو موت تک رہی تھی اور اسے خبر ہی نہیں تھی، حریم نے چھری پوری قوت سے دونوں ہاتھوں میں پکڑ رکھی تھی، اس کا ہاتھ سر سے بلند ہوا چھری کا پھل چاندنی میں چمکا اور اس کا ہاتھ تیزی سے نیچے واپس آیا۔

گھبراہٹ اور تیزی میں شاید اس کا اندازہ غلط ثابت ہوا، چھری سلیمان کے بجائے بیڈ پر جا لگی اور تکیے کی زوردار آواز ابھری، سلیمان کی نیند فوراً ٹوٹی اور اس نے اسی وقت بیڈ لیمپ آن کر دیا تب حریم کا ہاتھ دوسری بار حرکت میں آیا اور سلیمان تیزی سے پیچھے ہوا، اس کی حاضر دماغی اور پھرتی بروقت کام آئی ورنہ یہ چھری اس کے سینے میں بھی پیوست ہو سکتی تھی۔

حریم پھٹی پھٹی آنکھوں سے سلیمان کو اپنی طرف بڑھتا دیکھ رہی تھی، اسے اپنی موت کا یقین ہو چلا جب سلیمان نے وہی چھری بیڈ سے اٹھائی اور اس کی طرف پلٹا، سلیمان بھی تو صبا فری اور منزہ کے شوہر کی طرح ایک عام سا مرد ہی تو تھا روایتی بزدل مرد جو عورت کو روند کر اس کی روح زخمی کر کے خوش ہوتا ہے، اذیت کی شدت سے حریم نے آنکھیں بند کر لیں، سلیمان اس کے بالکل قریب آ گیا اتنے قریب کہ وہ اس کی سانسوں کی آواز بھی سن سکتی تھی۔

وہ اپنی موت کی منتظر تھی، لیکن اگلی لمحہ وہ بہرحال یقین تھی کہ اپنی موت کا منظر کھلی آنکھوں سے دیکھ سکتی، آنے والی اذیت اور کرب کو اس نے برداشت تو کرنا ہی تھا۔

سلیمان نے چھری اس کے ہاتھ میں پکڑا دی۔

''لو اب مارو، اندھیرے میں وار کرنے کی کیا ضرورت ہے میں سامنے ہوں، مجھے مار کر اگر تمہارے کرب اور اذیت کا خاتمہ ہو سکتا ہے تو مار دو، میں مردوں والا وعدہ کرتا ہوں کہ تمہارا ہاتھ نہیں روکوں گا۔'' سلیمان کے لہجے کی سچائی اس کی شفاف بے ریا آنکھوں سے ظاہر ہو رہی تھی۔

وہ تن کر ناقابل شکست چٹان کی طرح سامنے کھڑا تھا، آپوں آپ چھری حریم کے ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے گر گئی، اسے خبر نہیں ہوئی کہ کب وہ ٹوٹی شاخ کی طرح سلیمان کے سینے سے جا لگی اور اس کے بازوؤں کی مضبوط پناہ میں اس طرح حریم کے وجود کے گرد حمائل ہوئے، دل کا درد آنکھوں سے بہہ رہا تھا، جس زہر بھری اذیت نے برسوں سے اسے بے سکون کر رکھا تھا آج ختم ہو گئی تھی، اب وہ زہر بھری حریم نہیں بلکہ ایک نارمل سی لڑکی کے روپ میں تھی۔

بادلوں کی گڑگڑاہٹ سے اس کی آنکھ کھلی تھی، نہ جانے بارش کس وقت شروع ہوئی، شیشے کے پار باہر کا منظر واضح تھا، حریم نے پاس سوئے سلیمان کو بڑی محبت سے دیکھا، وہ بے خبر سو رہا تھا، اس نے اپنا ہاتھ سلیمان کے سر کی طرف بڑھایا پھر جھجک سی گئی، رات کے سبھی واقعات یاد آنے پہ چاندنی اس کے چہرے پہ بکھر گئی، شرمیلی سی مسکان نے پورے وجود کو گویا روشن کر دیا، لان کے تمام درخت اور پودے بارش سے نکھر گئے تھے، فضا کی گرد اور دھندلا پن بارش کے سنگ بہہ گیا تھا، وہ اٹھ کر کھڑکی کے پاس آ گئی اور اسے ایک طرف کھسکا کر کھول دی، اس کی سوچوں پہ برسوں سے جمی گرد بھی گویا آج بہہ گئی تھی، اپنا ہاتھ اس نے کھڑکی سے باہر نکال دیا جو بارش کے قطروں سے بہت جلدی بھیگ گیا۔

کھڑکی بند کر کے وہ دوبارہ سلیمان کی طرف آ گئی، اس کھڑپڑ سے وہ بھی جاگ گیا تھا۔

''ادھر تو آؤ۔'' سلیمان نے اسے اپنی طرف کھینچ لیا، سلیمان کی گرفت میں نرمی تھی، رشتوں کا مان تھا اعتماد تھا، وہ اس حصار میں موم کی طرح پگھلتی چلی گئی، نازک سوچوں والی ریزہ ریزہ حریم کو سلیمان نے جوڑ کر مکمل کر دیا تھا۔

☆☆☆